خواتین کے لیے منفرد نشریاتی ادب

# ماہنامہ آنچل

آزاد

مکمل ناول

# جس دن صبح کوئی مقتل میں گیا

سمیرا شریف طور

تیرے رنگ، رنگ، تیرے رنگ رنگ
میں جہاں بھی جاؤں دُنیا میں
تیرے جلوے ہیں میرے سنگ سنگ
تیرے جلوے ہیں میرے سنگ سنگ

"پلیز میڈم کہکشاں! آپ ان بچوں کی باڈی لینگویج تو درست کروائیں۔" بچوں کی ریہرسل دیکھتے ہوئے وہ کہکشاں کی طرف متوجہ ہوئی۔

"زوبا! آپ رائٹ اس طرف لیں گی..... اوکے!"

اس نے زوبا کو کندھوں سے تھام کر صحیح پوزیشن میں کھڑا کیا۔

تُو نے عطا کیا، نہ شکر کیا
تُو نے اور دیا اور دیتا ہی گیا
دیتا ہی گیا، دیتا ہی گیا

میوزک پورے کمرے میں اپنا اثر قائم رکھے ہوئے تھا۔ طلبہ سمیت وہ بھی اس کے زیرِ اثر تھی۔

"ارسلان بیٹے! آپ بازو کو ٹھیک نہیں گھما رہے۔ دائیں سے بائیں طرف لے کر، سر سے اوپر گزار کر پھر گول چکر بنانا ہے، یوں کہ سب بچوں

digestlibrary.com

سینے کے بل گھسٹ کے سہی چل کسی طرح
ہاتھ آ گیا ہے کوچۂ مقتل کسی طرح
پتھرا چکی ہے آنکھ بدن سرد ہو چکا
روشن ہے انتظار کی مشعل کسی طرح

کے بازوؤں کا ایک گول دائرہ بن جائے جب کہ دوسرا
یہ دایاں ہاتھ اس طرح سینے پر رہے کہ عاجزی کا
اظہار ہو..... رائٹ؟"

ارسلان کو غلط ریہرسل کرتے دیکھ کر اس نے
سمجھایا تو وہ فوراً الرٹ کھڑا ہو گیا۔

تو نے عطا کیا' نہ شکر کیا
تو نے اور دیا اور دیتا ہی گیا
رخ موڑ دیئے دریاؤں کے
میں نے ہواؤں میں اُڑنا سیکھ لیا
میں نے ہواؤں میں اُڑنا سیکھ لیا
میری اگلی نظر ستاروں پر' میں پھر بھی تیرے سہاروں پر
میں پھر بھی تیرے سہاروں پر
میں پھر بھی تیرے سیاروں پر
تیرے رنگ رنگ' تیرے رنگ رنگ' تیرے رنگ رنگ

آواز کی لے کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی سُر ملا رہی
تھی ساتھ ساتھ بچوں کو ریہرسل کرتے دیکھتی جا رہی
تھی۔

digestlibrary.com

"اوکے.....ڈن! ویری ویل..... کہکشاں! آپ نے تو کمال کردیا۔ بہت اچھا ٹیبلو ہوگا۔ بس خیال رہے کہ بچے کسی بھی قدم پر لڑکھڑائیں نہیں اور ان کی باڈی لینگویج بالکل درست ہوں۔ جب تک فنکشن نہیں ہوجاتا مزید ریہرسل کروائی رہیں۔"

"یس میڈم۔" اس کی ہدایت پر کہکشاں نے فوراً سر ہلایا۔ وہ کمرے سے نکل آئی۔ ابھی وہ کوریڈور سے گزر رہی تھی کہ گیٹ سے پولیس جیپ اندر آتے دیکھ کر رک گئی۔ عبدالباری کو باہر نکلتے دیکھ کر اس کی بھنویں تن گئیں۔

"ہیلو..... گڈ آفٹرنون ڈیئر۔" وہ رابیل کو دیکھ کر تیزی سے ڈگ بھرتا اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔

"ہیلو۔" رابیل نے بھی لٹھ مار انداز میں اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

"بابا اور امی کہاں ہیں؟" رابیل کے چہرے پر ناگواری کے واضح تاثرات رقم تھے۔ وہ سب دیکھ چکا تھا پھر بھی پوچھنے سے باز نہیں آیا تھا۔ رابیل نے اس سوال پر عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔

"امی گھر جا چکی ہیں اور بابا آفس میں ہیں۔" وہ اسے ہرگز جواب نہیں دینا چاہتی تھی مگر جواب دیئے بنا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ کسی بھی لمحے کسی بھی حرکت پر اتر سکتا تھا' اپنی عزت اسی میں تھی سو مجبور تھی۔

"یہ ہر وقت مجھے دیکھتے ہی تمہارے چہرۂ شریف پر بارہ کیوں بج جاتے ہیں۔ اتنی بری شکل تو نہیں ہے میری۔" وہ اس کا مزید ضبط آزمانے کو اس کے سامنے ڈٹ گیا تھا۔ طنزیہ لہجہ تھا۔

رابیل نے زہر بھری نظروں سے گھورا اور بغیر جواب دیئے آگے بڑھنے لگی تھی لیکن بازو اس کی مضبوط گرفت میں آ گیا تھا۔

"یہ کیا حرکت ہے' چھوڑو مجھے!" وہ بلبلا کر غصے سے پلٹی تھی۔ اس کی رنگت مزید آتش فشانی بن گئی تھی۔ عبدالباری نے بغور چہرہ جانچا تھا۔

"تم سے میں نے کچھ پوچھا ہے۔" روئی کی طرح نرم بازو میں اپنی انگلیاں پیوست کرتے ہوئے اس نے رابیل کو جھٹکا دیا تھا اور وہ یوں سرعام اس توہین و تذلیل پر ششدر رہ گئی۔ اردگرد کلاس رومز تھے تقریباً سب ہی کے دروازے وا تھے۔ کھڑکیاں اوپن تھیں۔ وہ بالکل وسط میں تھے' چند ایک ٹیچرز تو باہر دروازے کے پاس آ کر یہ سین ملاحظہ کرنے لگی تھیں اس کے لئے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔

"میں تمہارے لاک اپ میں بند کوئی مجرم یا ملزم نہیں ہوں کہ جس کے ساتھ تم جس طرح مرضی سلوک کرو اور میں خاموش رہوں۔ ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور تم اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہو۔ بہتر ہے یہاں تماشا دکھانے کے بجائے میرا بازو چھوڑ دو۔" اس نے اس کے پولیس وردی میں ملبوس بھرپور سراپے پر ایک طنزیہ کاٹ دار نظر ڈال کر کہا تھا۔

"چلو' ملزم نہیں ہو تو بنا لوں گا مگر خیال رکھو' بہت چلنے لگی ہے تمہاری یہ زبان۔ اسے کنٹرول میں رکھو' ایسی زبانیں مجھے کاٹنا بھی آتی ہیں۔" جواباً وہ اس سے زیادہ درشتی و سختی سے بولا تھا۔

"اپنی زبان کو لگام دو....." ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑوا کر وہ سرعت سے بھاگی تھی۔ جتنی تذلیل وہ یوں سرعام کر چکا تھا کم تھی کیا۔

وہ ایک دم آفس میں داخل ہوئی اور صوفے پر گر گئی تھی۔ بابا جو اس کے اچانک داخل ہونے پر اسے صرف دیکھ رہے تھے' اس کے دھواں دھار رونے پر فوراً چونکے۔ ایک دم اپنی سیٹ چھوڑ کر اس کی طرف آئے تھے۔

"کیا ہوا رابیل؟" اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب

دیتی' ایک دم دروازہ کھول کر عبدالباری بھی اندر داخل ہوا تھا۔ وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

"تم.....اس وقت یہاں.....؟" بابا کا رابیل کی طرف سے دھیان ہٹ گیا تھا۔ عبدالباری کی نظریں آنسو بہاتی رابیل پر تھیں جس نے اسے دیکھتے ہی نفرت سے منہ موڑ لیا تھا۔

"ہاں ایک کام تھا' اسی لئے یہاں آنا پڑا۔" عبدالباری رابیل کے ساتھ ہی صوفے پر ٹک گیا تھا۔ رابیل فوراً اٹھ کر دوسرے صوفے پر بیٹھی تھی جب کہ بابا نے کچھ ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔

"کیسا کام؟" بابا برداشت کر گئے تھے' تحمل سے پوچھا تھا۔

"میری امیر الدین سے ملاقات ہوئی ہے۔ نواز اس کا بیٹا میرے لاک اپ میں ہیں' بس یہی خبر سنانے آیا تھا۔" کتنا سفاک انداز تھا' وہ حیران رہ گئے۔

"کیا.....؟" بابا اور رابیل دونوں اسے دیکھتے رہ گئے جو مزے سے انکشاف کر کے دونوں کے چہروں کا بغور جائزہ لیتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ جمائے پاؤں ہلا رہا تھا۔

"آپ کا کیا خیال تھا میں اتنی جلدی اپنے حق سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ اس نواز کو اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کہیں منہ بھی دکھائے اور آپ رابیل کے لئے زمین سے آسمان تک چاہے خاک بھی چھان لیں کسی اور کے نام کا اسے کبھی نہیں ہونے دوں گا۔" وہ تلملاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ بابا صوفے پر گر سے گئے۔ رابیل ایک دم اٹھی اور بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"یہ کیا کر دیا تم نے.....نواز بہت اچھا لڑکا تھا۔" اس سے بابا (سجاد علی صاحب) کو اپنی آواز بھی قطعی اجنبی لگی تھی۔

"یہ سب کرنے کے لئے تو آپ نے مجھے مجبور کیا ہے۔ سیدھی طرح دل کی بات کی تھی جو آپ کی سمجھ میں نہیں آئی' بہرحال میں اس وقت اس موضوع کو ڈسکس کرنے نہیں آیا' صرف اطلاع دینا تھی۔ فون پر بھی دے سکتا تھا مگر تب آپ کے تاثرات نہیں دیکھ پاتا شاید.....امی کو بھی بتا دیجئے گا اور یہ بھی خاطر جمع رکھیے کہ اس دفعہ اتنی ڈھیل دی کہ منگنی ہو گئی تھی' اگلی دفعہ اتنی ڈھیل بھی نہیں دوں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تو.....پھر تم کیا کرو گے؟ جان سے مار دو گے ہمیں.....تو پھر مارو.....مگر کان کھول کر سن لو تم رابیل کے قابل ہی نہیں۔ اگر اس قابل ہوتے تو پھر رونا کس بات کا تھا۔ اس کا نام لینے سے پہلے خود کو اس کے قابل تو بنا لو۔" بابا اپنے جوان' طاقت ور' بہادر و توانا' اکھڑ' تند مزاج اور بگڑے ہوئے بیٹے کو گھور رہے تھے۔ "بہت غلط کھیل کھیل رہے ہو تم۔ کیوں آہیں لینا چاہتے ہو اس یتیم کی۔ نہیں وہ تم سے شادی کرنا چاہتی تو سختی تو نہیں کر سکتا اس پر۔ عاقل ہے' بالغ ہے' پھر بھی اس پر ظلم کا یہ پہاڑ توڑوں بھی تو کس بنیاد پر؟ کیوں.....کیا ہو تم؟ دنیا بھر کے آوارہ' رشوت خور اور بھی نہ جانے کون کون سی اخلاقی برائیاں ہیں تم میں۔"

"آپ.....آپ....." وہ اپنی مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔ "ابھی تو نواز پر صرف چوری کا مقدمہ ڈالا ہے' اگر آپ نے یا ان میں سے کسی نے بھی یہ رشتہ ختم نہ کیا تو پھر قتل عمد کے کیس میں تھرو آؤٹ پھانسی کے پھندے پر لٹکوا دوں گا۔ پھر نہ کہیے گا کہ عبدالباری نے کچھ بتایا نہیں۔ رابیل اگر میری نہ ہوئی تو کسی کی بھی نہیں بننے دوں گا.....آئندہ خیال رکھیے گا۔"

جس طرح وہ دندناتا ہوا آیا تھا اسی طرح چلا بھی گیا تھا' یوں جیسے دنیا اس کی ٹھوکروں کی زد میں ہو۔ سجاد علی

صاحب بے دم ہو کر خالی دروازے کو تکتے رہ گئے۔

❁.....❁.....❁

وہ اپنے کمرے میں زاہدہ بیگم کی گود میں سر رکھے مسلسل رو رہی تھی۔

"بس' صبر و کرو رابیل بیٹی!" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ "تم ہی بتاؤ کیا کروں میں۔ وہ میرا ہی بیٹا ہے' میرے ہی شکم میں اس کے یہ ہاتھ ڈھلے ہیں جو آج کم زوروں اور مظلوموں پر ظلم و ستم روا رکھے ہوئے ہیں۔ کتنی مظلوم اور بے بس ہوں میں۔ اسے کوئی بددعا بھی نہیں دے سکتی۔ آخر کو میرے خون سے سینچا ہوا پودا ہے جو آج اس قابل ہو گیا ہے کہ لوگوں کو ٹھوکروں کی زد میں رکھے ہوئے ہے۔"

"بس بڑی امی! میں نے کبھی انہیں کچھ نہیں کہا' آج تو حد ہو گئی۔ سر عام سب کے سامنے میرا بازو پکڑا تھا' ذلت سے مر جانے کو جی چاہ رہا ہے میرا۔" اسے ابھی تک یہ غم ہی نہیں بھول رہا تھا' دوسرا غم کیا خاک مناتی۔ انہوں نے چہرہ صاف کیا' بھابی بھی موجود تھیں۔

"کیا پتہ تھا کہ جس بیٹے کو بڑے ناز و نعم سے دودھ مکھن کھلا کر اپنا خون پلا کر پال رہی ہوں وہ ایسا ہوگا۔" انہوں نے اسے بازوؤں میں لے کر چہرہ چوما تھا۔

"بس چپ ہو جاؤ..... آنے دو اس نامراد کو' پوچھوں گی کس گناہ کی سزا ہے وہ۔ کیا جرم کیا ہے میں نے..... آخر جان کیوں نہیں چھوڑ دیتا ہماری۔ پہلے ہی ہم اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر مر گئے ہیں..... عزت' آبرو' شرافت سب مٹی میں رل گئی ہے۔ برسوں کی کمائی نیک نامی خاک ہو گئی ہے۔ اور کیا چاہتا ہے' کیوں نہیں ہمیں ہمارے حالوں پر چھوڑ دیتا۔" رابیل ان سے ہٹ کر گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر بیٹھی رہی۔

"ایک ہمارا گھرانہ تھا' لوگ مثالیں دیتے تھے اور اب یہی ہمارا گھرانہ ہے کہ رہی سہی عزت بھی مٹی میں مل گئی ہے۔ اور نہ جانے عبدالباری کیا کروائے گا....." وہ رو رہی تھیں' بھابی نے آگے بڑھ کر انہیں کندھوں سے تھام لیا۔

"میں تو فوراً آ گئی تھی۔ بڑے ابو سے ہی منہ ماری کرتے رہے ہیں۔ جب دوبارہ آفس میں گئی تو بڑے ابو سخت تکلیف میں تھے۔"

"بس بیٹی! اپنے ہی نصیب خراب تھے کس سے شکوہ کریں۔ بری صحبت انسان کو کیا بنا دیتی ہے..... سب دیکھ رہے ہیں' اپنی طرف سے تو پوری کوشش کی تھی۔" انہوں نے ایک سرد آہ کھینچی تو رابیل چپ ہو گئی۔ اب کہنے سننے کو بچا بھی کیا تھا۔

"آپ یہ انگوٹھی واپس کر دیں..... میں نہیں چاہتی کوئی بے گناہ میری وجہ سے مارا جائے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ یہی کہیں گے ناں کہ یہ منگنی بھی ٹوٹ گئی۔ مجھے قطعی پروا نہیں' بس اب اس قصے کو ختم کریں۔ دنیا میں ہزاروں ایسی لڑکیاں ہیں جن کی شادیاں نہیں ہوتیں' ان کی بھی زندگی گزر جاتی ہے' میری بھی گزر جائے گی۔ آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی' اگر زیادہ بات بگڑی تو دانش بھائی کے پاس سعودیہ چلی جاؤں گی۔ کتنی مرتبہ وہ بلا چکے ہیں۔" اس نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر امی کی گود میں رکھ دی۔ وہ انگوٹھی دیکھ کر مزید رونے لگیں اور رابیل مزید کچھ کہے بغیر باہر نکل گئی۔

سوائے عبدالباری کے رات کو اس وقت سب ہی گھر پر تھے۔ بابا کمرے میں تھے' بلڈ پریشر ابھی بھی نارمل نہیں تھا۔ فرقان بھائی ان کے پاس ہی تھے۔ رمشا اور فہد دونوں سو چکے تھے۔ مسلسل رونے سے سر بھاری ہو رہا تھا' وہ کچن میں آ گئی۔ سخت بھوک لگ رہی تھی' پیٹ سے کیسی دشمنی۔ چاول ڈال کر کھانے لگی'

لماتے ہوئے بھی مسلسل ذہنی رو بھٹکی ہوئی تھی۔ کسی بھی خیال پر گرفت نہیں رہی تھی۔ چائے بنا رہی تھی جب عبدالباری کی جیپ کا ہارن سنائی دیا۔ آج پھر وہ تین راتیں باہر گزار کر گھر آیا تھا۔ وہ تلخی کے گھونٹ بھرتی چائے کی طرف متوجہ رہی۔

عبدالباری ایک دم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ ابھی بھی فل یونی فارم میں تھا۔ عبدالباری کو دیکھتے ہی بڑی امی نے چہرہ موڑ لیا تھا۔ بھابی سر جھکا گئی تھیں اور وہ اس کے یوں دندناتے انداز میں کمرے میں داخل ہونے پر گھورنے لگی تھیں۔

"السلام علیکم....." احسان کرنے والا انداز تھا۔

"آپ دونوں یہاں بیٹھی ہوئی ہیں اور میں سارے گھر میں ڈھونڈ رہا ہوں۔" وہ کمرے میں آ گیا تھا۔ رابیل نے بمشکل ضبط کیا تھا۔ دن بدن اس کے انداز اطوار ناقابل برداشت ہوتے جا رہے تھے۔

"کیوں کوئی کام تھا ہم سے؟" بڑی امی ابھی بھی خاموش تھیں۔ بھابی نے ہی پوچھا تھا۔ وہ جو بغور رابیل کے تیور جانچ رہا تھا' ہنسنے لگا تھا۔

"کیوں بھابی جان! بغیر خیریت کے آپ کو یاد نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے اطلاعاً عرض ہے آج تین' چار دنوں بعد گھر آیا ہوں تو سامنے کوئی نظر نہیں آیا' سو تجسس فطری امر ہے۔" وہ کافی لاپروائی سے کندھے اچکائے کہہ رہا تھا۔ رابیل مہر بہ لب رہی۔ امی نے ایک بھرپور شکایتی نظر اپنے بیٹے پر ڈالی جس پر ان کی تربیت کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا تھا' صرف باپ دادا کا نام ڈبو رہا تھا۔

"بھابی! میں بابا کے پاس جا رہی ہوں' جب کمرہ خالی ہو جائے تو بتا دیجئے گا۔" رابیل کے لئے اس سے زیادہ اس کی موجودگی برداشت کرنا ناممکن تھا۔ چائے کا بھرا کپ ایک طرف رکھ کر بستر سے اتری تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی پیش قدمی کرتی عبدالباری نے ایک دم سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا تھا۔

"عبدالباری.....! یہ کیا حرکت ہے..... راستہ دو رابیل کو۔" امی کو سخت ناگوار گزرا تھا جو اتنی دیر سے خاموش ناراض بیٹھی تھیں' ایک دم کہہ اٹھیں۔

"ضرور راستہ دوں گا' پہلے ایک دو حساب ہیں وہ تو کلیئر کر لوں.....!" عبدالباری کو تو جیسے ماں کی بھی پروا نہیں رہی تھی۔ بھابی اور امی نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا جب کہ رابیل ضبط کے آخری سرے پر تھی۔

"تو کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟ نواز کا کیس ختم ہو سکتا ہے اگر تم ہامی بھرو تو۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر رابیل کا چہرہ تکنے لگا جو بری طرح خود پر جبر کرتی اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

"اس سے کیا پوچھتے ہو' مجھ سے پوچھو....." امی ایک دم بستر سے اتر کر رابیل کو پیچھے کر کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ "کیا سودے بازی کرنا چاہتے ہو تم..... مجھ سے کرو۔" اسے انہوں نے بری طرح گھورا تھا۔

"آپ میں کون سا انصاف ہے جو آپ سے سودے بازی کروں گا۔" اس نے بھی تلخی سے کہا تھا۔

"اگر ذرا بھی میری پروا ہوتی تو اس سودے بازی پر نہ اترتا۔" اس کا لہجہ زہر خند تھا۔ امی جو نہ جانے کب سے بھری بیٹھی تھیں' انہوں نے ایک دم عبدالباری کا گریبان پکڑا تھا۔

"کون سے انصاف کی بات کرتے ہو تم..... تم اس قابل ہی کہاں ہو کہ تم سے کوئی انصاف کرے۔ پہلے اپنے کرتوت دیکھو' اپنے گریبان میں جھانکو' سوچو کن لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے ہو۔ کوئی شریف النفس

تمہیں اپنی بیٹی دے گا' تم پر تو تھوکے گا بھی نہیں اور چلے ہو تم رابیل کا نام لینے۔ زبان کھینچ لوں گی میں تمہاری' اگر ظلم کے لئے اٹھنے والے یہ ہاتھ میرے شکم میں ڈھل سکتے ہیں تو میں انہیں توڑ بھی سکتی ہوں۔ سنا تم نے!'' انہوں نے جھنجوڑ ڈالا تھا۔

''امی جان پلیز چھوڑیں..... کس سے سر کھپا رہی ہیں۔ ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ اگر اسے اتنی سمجھ ہو تو یہ سب کرے ہی کیوں..... رابیل غیر تو نہیں' اپنی عزت ہے۔ یوں سر عام چوراہے پر تو نہ لائے۔'' بھابی آگے بڑھ آئی تھیں۔ رابیل ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی۔ آج پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ بڑی امی عبدالباری پر اس طرح برہم ہو رہی تھیں ورنہ ہمیشہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ جاتی تھیں' وہ بھی صرف رابیل کی خاطر۔

''نہیں چھوڑوں گی کنزیٰ میں اسے..... کس گناہ کی سزا ہے یہ..... لے لے یہ انگوٹھی۔ خوش ہو جائے' توڑ دی ہے رابیل نے یہ منگنی بھی..... اب کیا چاہتا ہے یہ.....'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی انگوٹھی عبدالباری کے منہ پر دے ماری تھی جو چہرے پر لگنے کے بعد زمین پر جا گری تھی۔ بڑی امی اس کا گریبان چھوڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

''کیا ہوا.....؟'' فرقان بھیا جو شور کی آواز سن کر گھبرا گئے تھے' فوراً بھاگے آئے تھے۔

''ہونا کیا ہے.....؟ اپنے نصیبوں کو رو رہی ہوں کہ مجھ نصیبوں جلی نے ایسے بیٹے کو جنم دیا۔'' رابیل نے بڑی امی کو ساتھ لگا لیا۔ فرقان بھائی بھی عبدالباری کو دیکھ کر سب سمجھ گئے تھے۔

''کیوں آئے ہو اب تم یہاں..... یہ تماشا دیکھنے کہ اس ذلت کے بعد ہم کیسے زندہ ہیں۔ اگر ہمارا تماشا دیکھنے کا شوق تمہیں یہاں تین' چار دن بعد کھینچ لایا ہے تو جاؤ جا کر ابو کا تماشا دیکھو' تمہارے دیئے گئے زخموں سے کس طرح تڑپ رہے ہیں۔'' فرقان بھیا نے کہا تھا۔ رابیل پھوٹ پھوٹ کر روتی بڑی امی کو کندھوں سے تھام کر باہر لے گئی تھی۔ عبدالباری نے جھک کر زمین پر گری انگوٹھی اٹھالی۔ فرقان بھائی کو لگا کہ جیسے وہ صرف بکواس کر رہے ہیں۔ اس پتھر کو تو جیسے پروا ہی نہ تھی۔ بے پناہ غصہ آیا۔ عبدالباری سے مزید سر پھوڑنا فضول تھا۔ وہ ایک غصیلی نگاہ ڈال کر دروازے کی طرف بڑھے۔

''کنزیٰ! تم بھی اپنے روم میں چلو..... کوئی ضرورت نہیں ایسے شخص کے منہ لگنے کی۔'' انہوں نے بھابی کو حکم دیا تھا۔ دونوں چلے گئے تو وہ غصے سے کھڑا انگوٹھی کو گھورتا رہا۔

''آئی ڈیم اٹ.....'' بے پناہ تنفر سے اس نے ہاتھ کا مکا دیوار پر مارا تھا۔

❁.....❁.....❁

رابیل کے والد عبدالودود صاحب اور سجاد علی دونوں سگے بھائی تھے۔ شروع سے ہی دونوں خاندان ایک گھر میں ہی رہتے تھے۔ سجاد علی صاحب کے صرف چار بچے تھے' دو بڑی بیٹیاں عصمہ اور حفظہ دونوں شادی شدہ تھیں' پھر فرقان تھے' ان کی بھی شادی ہو چکی تھی پھر عبدالباری تھا۔ عبدالودود صاحب کے صرف دو ہی بچے تھے دانش جو شادی کے بعد سعودیہ چلے گئے تو وہیں کے ہو کر رہ گئے تھے جب کہ وہ امی ابو کی وفات کے بعد پاکستان میں ہی رہنا چاہتی تھی۔ دوسرے وہ شروع سے ہی اس گھر میں رہی تھی۔ ایک دفعہ بھائی کے ساتھ سعودیہ گئی تو صرف چند ماہ ہی رہ سکی' ایسی بیمار ہوئی کہ فوراً لوٹ آئی۔ دوبارہ جانے کو دل بھی نہیں چاہا تھا۔

عبدالباری اور اس کی عمروں' مزاجوں بلکہ انداز و

اطوار اور عادات وغیرہ میں بھی بہت فرق تھا۔ عبدالباری اس سے عمر میں کافی بڑا تھا جب وہ چھٹی میں تھی تو عبدالباری نے ایف اے کا امتحان کلیئر کیا تھا۔ وہ شروع سے ہی لائق تھا' پوزیشن ہولڈر رہا تھا۔ اس کے والد عبدالودود سرکاری ملازم تھے اور سجاد علی آرمی میں تھے۔ پاکستانی فوج کے لئے ان کی بہت اعلیٰ و نمایاں خدمات تھیں اسی لئے وہ نہ صرف جذبۂ حب الوطنی سے لبریز تھے بلکہ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت بھی ان ہی خطوط پر کی تھی جب تک عبدالباری ان کے زیر سایہ رہا تھا' بہت فرماں بردار' مؤدب اور شریف لڑکا تھا' اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد سجاد علی صاحب نے اپنا ذاتی اسکول کھول لیا تھا جہاں ان کا اچھا وقت گزرنے لگا تھا' جب تک انہوں نے عبدالباری پر توجہ دی تھی وہ ٹھیک رہا تھا مگر جیسے ہی انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچا وہ بھی قابو سے باہر ہوگیا۔

عبدالباری کا شمار کبھی بھی نارمل بچوں میں نہیں رہا تھا۔ اس کے اندر شروع سے ہی ایک اضطرابی کیفیت پائی جاتی تھی۔ جنونی و منتقمانہ سوچ کا حامل فرد تھا۔ اوائل عمری میں اس کی تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی تھی' کیڈٹ اسکولز اور ہاسٹلز وغیرہ میں رہنے سے وہ کافی سدھرا تھا مگر جب تعلیم کے بعد اس نے یہ سول سروس جوائن کی تو وہ بگڑنا شروع ہوگیا تھا۔ ایس پی کے عہدے پر فائز ہوتے ہی اس کی سرگرمیاں مشکوک ہوگئی تھیں۔ بابا' جنہوں نے اپنی ساری زندگی محبت' شرافت' دیانت داری' ایمان داری' حب الوطنی' وفاداری جیسے اصولوں کا پرچار کرتے گزار دی تھی ان کے لئے یہ سرگرمیاں بہت تکلیف دہ تھیں۔ سب نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی تھی کہ وہ سدھر جائے مگر اب جو کچھ وہ کررہا تھا وہ سب پر حاوی تھا۔ رشوت خوری' غنڈہ گردی اور ظلم و جبر کا جو بازار وہ گرم کئے ہوئے تھا ان سے ان کا دل اب اچاٹ ہونے لگا تھا۔ رہی سہی کسر اب اس کی اس ضد نے پوری کردی تھی۔

برسوں پہلے سجاد صاحب نے جب عبدالباری نے انٹر میں پوزیشن لی تھی تو سرسری لہجے میں عبدالودود سے رابیل کے لئے بات کی تھی' تب عبدالودود وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا کہہ کر ٹال گئے تھے۔ نہ جانے عبدالباری کو اس بات کی کیسے بھنک پڑ گئی تھی کہ جیسے ہی رابیل نے بی اے کا امتحان دیا تھا اس نے اپنا مدعا بیان کردیا تھا۔ ایک سال پہلے ہی رابیل کے والدین کا انتقال ہوا تھا' اب ساری ذمہ داری سجاد علی یا پھر دانش کے کندھوں پر تھی۔ سجاد علی اور امی نے رابیل سے بات کی تو اس نے انکار کردیا اور پھر کیا تھا رابیل' عبدالباری کی ضد بن گئی تھی۔ وہ اسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا چاہے اسے اس کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے۔

رابیل کی پہلی منگنی کنزیٰ بھابی کے کسی کزن فیصل سے ہوئی تھی' بظاہر کوئی بات نہیں ہوئی تھی مگر نہ جانے عبدالباری نے فیصل کو کیسے اور کیوں راضی کرلیا تھا کہ اس نے والدین کی پروا کئے بغیر رابیل سے منگنی توڑ دی تھی پھر اب دو ماہ پہلے ہی اس کا رشتہ سجاد علی صاحب کے دوست امیر الدین کے صاحبزادے نواز سے طے ہوا تھا' رشتہ طے کرتے وقت انہوں نے مختصراً امیر الدین کو اپنے بیٹے کی ضد سے متعلق بتادیا تھا سو دو ماہ گزرنے کے باوجود منگنی برقرار تھی عبدالباری کا ہر حربہ استعمال کرنے کے باوجود۔ لیکن اب اس نے جو طریقہ اختیار کیا تھا اس سے رابیل مجبور ہوگئی تھی کہ وہ یہ رشتہ ختم کردے۔

❁.....❁.....❁

وہ کمرے کی کھڑکی کھولے مسلسل کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔ دل کی حالت عجب سی تھی۔ نہ ہی

کوئی خواب تھا اور نہ ہی کوئی تصور۔

اس کی آنکھیں بس ساکت سی تھیں۔ اپنی کم نصیبی کا ایک درد اندر ہی اندر بہہ رہا تھا۔ اب شاید تاعمر اس درد سے چھٹکارا نہیں تھا۔ عبدالباری کا خوف اس کی وحشت' اس کے کچھ بھی کر گزرنے کا انداز ایسا ہی جاں گسل تھا کہ بہت مجبور ہو کر اس نے اتنا بڑا قدم اٹھالیا۔ اب ایک دفعہ پھر اس کی ذات اشتہار بننے والی تھی مگر اب اس نے سوچ لیا تھا مزید کوئی ذلت' کوئی رسوائی' کوئی جبر نہیں سہنا۔ خاموشی سے یہاں سے دانش بھیا کے پاس چلے جانا ہے۔

وہ کھڑکی بند کر کے باہر نکل آئی تھی۔ ابھی اس کا ارادہ بڑی امی کے کمرے میں جانے کا تھا جب اپنے کمرے سے عبدالباری کو نکلتے دیکھ کر رک گئی۔ وہ اس وقت شاید ڈیوٹی کے لئے نکل رہا تھا۔ فل یونی فارم میں تھا' اپنے دھیان میں تھا' رابیل کو نہیں دیکھا تھا۔ رابیل تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھ آئی تو وہ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر چونکا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" وہ آج پہلی دفعہ بہت عرصے بعد بغیر کوئی حوالہ دیئے کہہ رہی تھی۔ عبدالباری کے لئے یہ امر بہت حیران کن تھا۔ اس نے بغور رابیل کو دیکھا۔ نہ جانے ضد تھی کہ کیا تھا؟ طلب اسی چہرے پر آ کر مٹتی محسوس ہوتی تھی۔ حسین خدوخال سے سجا بھرپور حسن لئے دلکش و دلفریب سُرخ ٹمٹماتا چہرہ' گہری موٹی موٹی آنکھوں پر سایہ فگن لانبی پلکیں اور ان کے سوجے سُرخ موٹے ڈورے۔ ایک بھرپور کشش تھی اس چہرے میں۔ نہ جانے عبدالباری کی نظر کی وسعت اتنی محدود تھی یا پھر اس چہرے کا تاثر ہی اتنا بھرپور تھا کہ ساری دنیا کا حسن اس چہرے پر آ کر ختم ہوتا محسوس ہوتا تھا۔ عبدالباری کی نظروں کی تپش سے یہ ساحرانہ نقش و نگار سے سجا زیر شکن وجود ناقابل برداشت لہر کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ رابیل کا جی چاہ رہا تھا کہ اس کی آنکھیں پھوڑ دے۔ جب سے اس نے اپنا نام اس کے منہ سے سنا تھا ایک نفرت سی ہونے لگی تھی۔ عبدالباری کی نگاہوں میں سوائے بے حیائی کے کچھ اور نظر آتا ہی نہیں تھا۔ کچھ غصے اور کچھ عبدالباری کی نظروں کی گرفت سے وہ مزید سُرخ سی ہو گئی تھی۔

عبدالباری نے بھرپور توجہ سے دیکھا۔ چہرے سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ ساری رات ایک پل کو بھی نہیں سو سکی۔ آنکھیں علیحدہ مسلسل گریہ وزاری کی کہانی سُنا رہی تھیں۔ عبدالباری نے بھرپور انداز میں اس کا یہ روپ نظروں میں بسایا تھا۔ رابیل بمشکل برداشت کر پا رہی تھی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ خود پر اس قدر بے باکی و بے غیرتی سے اُٹھنے والی آنکھوں کو نوچ ڈالے۔ وہ ایسا کر بھی دیتی اگر سامنے عبدالباری نہ ہوتا۔

"خیریت؟" اس کے صبر کا امتحان بہت تھا۔ بہت باریک بینی سے اس کے تاثرات نوٹ کرتے ہوئے مسکرا کر طنزاً پوچھا تھا۔

رابیل نے کاٹ دار نظر ڈالی۔ "بھلا تمہاری موجودگی میں کوئی خیریت ہو سکتی ہے۔" دل ہی دل میں سوچا۔

"تم یہ نواز والا قصہ ختم کرو' جو تم چاہتے ہو وہ ہو گیا ہے۔ اصولاً تو تمہیں اسے رات کو ہی چھوڑ دینا چاہئے تھا کیوں کہ تمہاری ڈیمانڈ کل ہی پوری ہو گئی تھی مگر اس کے والد کا فون آیا ہے وہ اب بھی تمہارے لاک اپ میں بند ہے..... آخر چاہتے کیا ہو تم؟" وہ چیخ گئی تھی۔ کافی تلخی سے پوچھا تھا۔ جواباً رابیل کی پریشانی و تفکر کی پروا کئے بغیر وہ مسکرایا۔ وہ مزید سلگ گئی۔

"میں کیا چاہتا ہوں.....؟" پرسوچ انداز میں دہرایا۔ "کاش رابیل بیگم! تم یہ سوال اس وقت پوچھتیں جب تم نے میرے لئے انکار کیا تھا۔ میری

ڈیمانڈ کیا ہے تم بخوبی جانتی ہو..... میں کیا چاہتا ہوں تم بے خبر نہیں ہو۔" وہ اس کی طرف بڑھ آیا تھا۔ رابیل لب بھینچے کھڑی رہی۔

"نواز کا اتنا درد ہے تمہارے سینے میں..... اس کے لئے اتنا تڑپ رہی ہو اور جو میں چاہ رہا ہوں اس کے لئے کبھی نظر اٹھا کر دیکھا نہیں....." وہ اس سے ہر قسم کی توقع کر سکتی تھی' اس وقت تو حد تھی۔ وہ بمشکل خود کو کچھ سخت سست کہنے سے روک پائی تھی۔ وہ اس کی کیفیت محسوس کر کے مسکرایا تو وہ انگاروں پر لوٹنے لگی۔

"تم نواز کو کب چھوڑ رہے ہو.....؟" وہ صرف اتنا ہی پوچھ سکی۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے تمہیں؟ تمہارے حوالے سے رشتے داری تو تھی ہی' کچھ عرصہ رشتہ نوازی بھی نبھانا چاہتا ہوں تاکہ محترم رشتے داری کی نوعیت پر غور تو کر سکیں..... اتنا تو جان لے کہ کس سے الجھا ہے..... اسے اندازہ تو ہونا چاہئے ناں کہ عبدالباری کی منظورِ نظر اتنی سستی تو نہیں۔" وہ اس کے اندازِ گفتگو' الفاظ اور لب و لہجے پر آنکھیں پھاڑے اسے دیکھے گئی۔ کتنا غلط تھا یہ شخص' کتنا کریٹ اور دھوکے باز..... وہ دکھ سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔

"کتنا ظلم کماؤ گے اور؟ مت آہیں لو کسی مظلوم کی..... جس عہدے پر تمہیں اتنا گھمنڈ ہے وہ کبھی بھی ہمیشہ تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ اللہ بھی ہے' اس کو مت بھولو..... تم جیسے لوگوں کا انجام بہت عبرت ناک ہوتا ہے۔ ایسے درندے ہو تم کہ جس میں انسانیت نام کو نہیں۔" وہ غصے سے خود پر قابو نہیں رکھ پائی تھی۔ اسے سب سناتے ہوئے ہانپنے لگی تھی جب کہ وہ صرف مسکرایا تھا۔

"ویل ڈن..... بہت اچھا بول لیتی ہو تم تو..... یہ جوہر بھی چھپا رکھے ہیں تم نے اپنے اندر' علم ہی نہیں تھا مجھے۔ دل تو چاہ رہا ہے کہ اچھا سا پرائز دوں....." وہ ہونٹوں میں مسکراہٹ دبائے خاموش ہوا تھا' وہ بھونچکا ہو کر دیکھتی رہ گئی یعنی کچھ اثر ہی نہیں تھا۔

"مگر کیا کروں اگر انعام دینے لگا تو تم انعام دیکھ کر ناراض ہو جاؤ گی۔ چلو پھر کبھی سہی' ساری عمر تمہیں ہی سننا ہے..... یہ لو دیکھو تمہارے چکر میں میرا کتنا وقت نکل گیا ہے۔ میرے پاس اس وقت بالکل بھی وقت نہیں ہے مائی ڈیئر! پھر کبھی بات کروں گا..... اوکے ٹیک کیئر' اللہ حافظ!"

اس کے بت بنے وجود پر ایک گہری نظر ڈال کر گہری مسکراتی نگاہوں سے دیکھتے انگلیوں سے رخسار کو چھوتے اس کو اپنے راستے سے ہٹا کر وہ آگے بڑھا تو وہ بھی جیسے چونکی۔

"دیکھو..... باری! پلیز میری بات سنو..... تم اسے چھوڑ دو..... اس کا باپ ہارٹ پیشنٹ ہے' ماں بھی بیمار ہے۔ وہ لوگ مر جائیں گے۔ وہ ان کا اکلوتا بیٹا ہے..... اسے چھوڑ دو پلیز....." اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی اس پتھر دل احساس و رحم سے عاری شخص کے سامنے گڑگڑائے گی بھی۔ اس کا راستہ روکے کھڑی ہو گئی تھی' آنسو الگ بہنے لگے تھے۔

"لگتا ہے وہ رقیب روسیا بہت اہم ہو گیا ہے تمہارے لئے..... یہ آنسو' یہ انداز۔ ہیں ناں....." وہ اس گوہر افشانی پر کچھ کہہ بھی نہ سکی۔

"دیکھو..... ابھی سے سوچ لو..... محبت وحبت کے چکر میں مت پڑنا ورنہ زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اسے....." بے رحم' سنگ دل لہجہ ہو گیا تھا۔

"بکواس مت کرو تم..... انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"واقعی....." عبدالباری نے رابیل کی آنکھوں

میں جھانکا تھا۔ وہ بے بسی سے ہونٹ کچلنے لگی۔ ”چلو جاؤ کیا یاد کرو گی..... پہلی دفعہ اپنی زبان سے کچھ مانگ رہی ہو' بھلے وہ ہمارا رقیب ہی سہی..... ان آنسوؤں کا کچھ تو پاس رکھنا ہے۔ مگر خیال رہے میری جان..... ایسی آئندہ کبھی صورت حال پیش نہ آئے۔ یہ تو زندہ بچ رہا ہے۔ کسی اور کو سانس لینے کی مہلت بھی نہیں دوں گا۔ عقل مند ہو' اشارہ ہی کافی ہے..... سمجھیں تم!“

رابیل کو ایک طرف ہٹا کر وہ نکل گیا تھا۔ اس نے بمشکل اپنی برستی آنکھیں صاف کیں اور عبدالباری کے غرور' گھمنڈ سے اٹھتے قدم دیکھتی رہ گئی۔

❁.....❁.....❁

”یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟“ بابا نے پوچھا تھا تو وہ سر ہلا گئی۔

”ٹھیک ہے۔ میں فرقان سے کہتا ہوں وہ تمہارے جانے کے انتظامات کر دے۔“ اس وقت سب ہی سوائے عبدالباری کے لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے جب اس نے دانش بھائی کے پاس جانے کا فیصلہ سنایا تھا۔ کچھ دیر تو سب پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا تھا مگر پھر اس خاموشی کو بابا نے توڑا تھا۔ فرقان بھائی نے صرف اسے دیکھا تھا' بابا اسی خاموشی سے اٹھ کر لاؤنج سے نکل گئے۔

”تم عبدالباری کے لئے مان جاؤ..... شاید اسی طرح میرا بیٹا سدھر جائے۔“ اگلے دن بڑی امی نے اس سے کہا تو وہ حیران ہو کر دیکھے گئی۔ ”میں کیا کروں..... میرا دکھ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اتنا بڑا کیا' پالا پوسا' اچھی تربیت کی' کیا صرف اس لئے کہ اس دور میں آ کر وہ بگڑ جائے..... وہ تمہاری طلب کر رہا ہے' ہو سکتا ہے تمہارے ذریعے اللہ اسے ہدایت دے دے۔ وہ راہ راست پر آ جائے..... غلط صحبت سے نکل آئے۔“ وہ کتنی خوش فہم تھیں۔ رابیل نظریں چرا گئی۔ وہ صرف ایک خوش فہمی کی خاطر ساری زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتی تھی۔

”رابیل.....“ انہوں نے پکارا تو وہ چہرہ پھیر گئی۔

”مجھ سے وہ چیز طلب مت کریں بڑی امی' جو میں دے نہ سکوں۔ ہو سکتا ہے اب آپ کی خاطر میں مان جاؤں مگر ساری زندگی آپ کے بیٹے کے ساتھ گزارنا بہت مشکل ہے۔ مجھ میں نہ ہی اتنا حوصلہ ہے اور نہ ہی دم خم..... اگر میں ان کی ضد نہ ہوتی تو شاید کچھ سوچتی بھی' جب انسان ضد پر اتر آئے تو رشتوں کا تقدس اور احترام باقی نہیں رہتا۔ آپ نہ جانے کون سا رشتہ نبھانا چاہتی ہیں۔“ وہ خاموش ہو گئی تھی۔ ایک طرح سے رابیل نے صاف انکار کر دیا تھا۔

”ٹھیک ہے بیٹی! زبردستی نہیں..... ماں ہوں ناں' خوش فہم ہوں۔ صرف اپنے بیٹے کا سوچ رہی ہوں' تمہاری پروا ہی نہیں کی..... معاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا نصیب اچھا کرے۔“ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

رات کو عبدالباری کچھ جلدی آ گیا تھا۔ رابیل کچن سمیٹ کر باہر نکلی تو وہ لاؤنج میں بابا اور بڑی امی کے ساتھ کسی بحث میں الجھا ہوا تھا۔ وہ جب بھی گھر لوٹتا تھا ایک ہنگامہ ضرور برپا ہو جاتا تھا۔ اس وقت بھی نہ جانے موضوع بحث کون تھا۔

”تو پھر آپ نے طے کر رکھا ہے کہ میری بات نہیں مانیں گے۔“ وہ غصے سے بڑے بابا سے کہہ رہا تھا۔ رابیل جو اندر داخل ہو رہی تھی یہ سن کر وہیں رک گئی۔

”تم غلط ضد پر اڑے ہوئے ہو۔ رابیل سے تمہاری شادی کبھی نہیں کروں گا۔ مجھے یہ گوارا ہے کہ وہ ساری عمر یوں ہی رہے مگر یہ گوارا نہیں کہ وہ تم جیسے

ناہجار اور آوارہ صفت انسان کی بیوی بنے۔ وہ ہیرا صفت لڑکی تمہارے قابل ہی کہاں ہے۔"

"ہونہہ..... یہ اگر آپ کی ضد ہے تو پھر میری بھی ضد ہے۔ اگر اس کی شادی مجھ سے نہ ہوئی تو پھر میں اسے اس قابل بھی نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی اور کی بن سکے۔" یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں دنیا جہاں کا غرور و تکبر سمٹ آیا تھا۔ رابیل اور بڑی امی اپنی جگہ کانپ سی گئیں۔

"خدا کو سمجھو عبدل..... کیا بگاڑا ہے اس بے چاری نے تمہارا۔ کیوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے ہو اس کے۔" اس کے الفاظ سن کر اگر بڑے بابا غصے سے گھورنے لگے تھے تو بڑی امی رونے لگیں۔

"میں زبان سے کہہ رہا ہوں مجھے ہر حال میں رابیل سے شادی کرنا ہے۔ وہ کہیں نہیں جائے گی اور نہ ہی میں اسے کہیں جانے دوں گا' میں صرف ایک ہفتے کے لئے ایک ضروری کام سے کراچی جا رہا ہوں..... واپس آؤں تو کوئی فیصلہ کر لیجئے گا ورنہ....." وہ رک گیا تھا۔ رابیل کو لگا اس کا ورنہ اس کے بدن سے روح کھینچ لے گا۔

"بابا جان! اگر دنیا آپ نے دیکھی ہے تو آنکھیں میں نے بھی بند نہیں کی ہوئیں۔ رابیل کم عمر یا کوئی بچی نہیں ہے کہ وہ میری ضد نہ سمجھ سکے..... سمجھائیں اسے جو چیز ایک دفعہ میری نظر میں آ جائے تو پھر وہ صرف اور صرف میری ہوتی ہے۔ برین واشنگ کی ضرورت ہے اسے ورنہ ساری عمر پچھتائے گی۔ بتائیں اسے کہ باعزت طریقے سے اس کا نکاح پڑھوانا چاہتا ہوں....." وہ بابا کے سامنے کوئی لحاظ و مروت رکھے شرم و حیا کے بغیر کہہ رہا تھا۔ انہیں بے پناہ غصہ آ گیا۔

"بکواس بند کرو تم..... بے شرم' بے حیا..... ذرا بھی خیال نہیں تمہیں کہ کس کے بارے میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو۔ لوگ تو عزت کی خاطر جانیں تک دے دیتے ہیں اور تم ہو کہ گھر کی عزت کو ہی داغ دار کرنے پر تلے ہوئے ہو..... نہیں کروں گا میں تم سے اس کی شادی..... بھیج رہا ہوں میں اسے اس کے بھائی کے پاس۔"

"میں نہیں تلا ہوا آپ تلے ہوئے ہیں..... وہ کہیں نہیں جائے گی۔ میں اسے کہیں نہیں جانے دوں گا۔" وہ بڑے بابا سے زیادہ غصے سے بولا تھا۔

"بکواس نہیں کرو..... دفعہ ہو جاؤ یہاں سے..... کس رشتے اور کس ناتے تم اسے روکو گے' جب میں اسے بھیجوں گا اور اس کا بھائی اسے اپنے پاس بلوائے گا تو تم کون ہوتے ہو روکنے والے..... چلے جاؤ یہاں سے..... بہت برداشت کر لیا میں نے تمہیں۔ آئندہ میرے گھر میں قدم رکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ مجھے زمانے بھر کی آوارہ' ایسی بے شرم و بے حیا اولاد کی قطعی ضرورت نہیں۔ کوئی تعلق نہیں میرا تم سے....." بڑے بابا سب کہہ گئے تھے۔ امی رونے لگیں۔

"تعلق اس طرح توڑنے سے کبھی ٹوٹا نہیں کرتے..... ابھی تو میں جا رہا ہوں مگر اب انشاء اللہ کوئی انتظام کر کے ہی آؤں گا۔ دیکھتا ہوں کون بھجواتا ہے اسے یہاں سے۔" رابیل خاموشی سے دروازے سے ہٹ گئی۔ کمرے میں آ کر بستر پر یوں گری جیسے بدن میں جان تک نہ ہو۔

دو ہفتے لگے تھے' اس کے جانے کی سب ہی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ عبدالباری کراچی سے واپس لوٹا تو کافی پرسکون تھا۔ جاتے ہوئے جو دھمکی دے کر گیا تھا ابھی تک کوئی عمل درآمد نہیں ہوا تھا اس کی طرف سے' فکر مند تو سب ہی تھے مگر عبدالباری کی طرف سے سکون رہا تو سب مطمئن سے ہو گئے۔

آج اس کی فلائٹ تھی' فرقان بھائی اسے ایئرپورٹ چھوڑنے جارہے تھے۔ عبدالباری کے سوا سب ہی گھر پر تھے۔ اس کی جدائی کے خیال سے سب ہی اشک بار تھے۔ خود اس کی اپنی حالت بھی رو رو کر بری ہورہی تھی۔

"اپنا خیال رکھنا' سب کو سلام کہنا۔" بڑی امی نے خاص تاکید کی تھی۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"چلو رابیل! بہت کم وقت رہ گیا ہے۔" فرقان بھائی نے کہا تو سب سے مل کر وہ باہر آ گئی۔

سارا راستہ وہ خاموش رہی تھی۔ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بھی وہ چپ سی تھی۔

اپنا پاسپورٹ اور ٹکٹ چیک کروانے کے مرحلے میں وہ بری طرح چونکی تھی جب وہاں موجود لڑکی نے اس کی سیٹ کینسل ہوجانے کا کہا تھا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے..... میری سیٹ کیسے کینسل ہوسکتی ہے؟" وہ بے پناہ متفکر ہوچکی تھی۔ وہ لڑکی دوسری طرف متوجہ ہوگئی تو اس نے پیچھے پلٹ کر فرقان بھائی کو دیکھا۔ پریشانی سے برا حال تھا۔ مزید کچھ پوچھے بغیر وہ ان کی طرف بڑھ آئی۔ ساری بات بتائی تو وہ بھی فکرمند ہوگئے۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے..... بھلا یہ سیٹ کیسے کینسل ہوگئی؟" وہ حیران تھے۔

"تم یہاں بیٹھو میں معلوم کرتا ہوں۔" وہ اسے بٹھا کر کاغذات لے کر چلے گئے تھے۔ وہ ہراساں سی بیٹھی انگلیاں چٹخاتی رہی۔ کچھ دیر بعد لوٹے تو لب بھنچے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کچھ نہیں..... تم آؤ میرے ساتھ۔" وہ اسے لے کر وہاں سے نکل آئے تھے۔" واپسی کے راستے پر گاڑی ڈالی تو وہ انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے بھائی..... کیا ہوا؟" وہ مزید صبر نہیں کرسکتی تھی۔

"بہت اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے عبدالباری..... زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اسے۔" ان کی آنکھیں خون رنگ ہورہی تھیں۔ وہ کچھ سمجھی اور نہ سمجھی کی کیفیت میں انہیں دیکھے گئی۔ مزید کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوسکی حتیٰ کہ دونوں گھر آ گئے۔

گھر میں قدم رکھتے ہی دونوں کا پہلا سامنا عبدالباری سے ہی ہوگیا تھا۔ وہ سامنے صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ سامنے ہی امی' ابو اور کنزیٰ بھابی تھیں۔ سب کے چہروں پر ایک عجب سی بے بسی رقم تھی شاید وہ بھی باخبر ہوچکے تھے۔

"کچھ جلدی نہیں آ گئے آپ لوگ..... میرا تو خیال ہے آج رابیل کی فلائٹ ہے۔ کیوں رابیل؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ کیسی فاتحانہ مسکراہٹ تھی اس کے ہونٹوں پر اور رابیل خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تم..... تم....." فرقان بھائی طیش میں آگے بڑھے تھے۔ "بہت اوچھا وار کیا ہے تم نے..... بہت کمینگی پر اتر آئے ہو تم....." اپنی جیب سے کچھ کاغذات نکال کر انہوں نے عبدالباری کے چہرے پر دے مارے تھے' باقی سب ساکت تھے۔ شاید ان پر یہ اذیت پہلے ہی گزر چکی تھی۔ رابیل کچھ نہ سمجھ پارہی تھی۔ اس کے ذہن بالکل خالی ہورہا تھا۔

"مجھے الزام دینے کا آپ لوگ حق نہیں رکھتے' میں نے پہلے ہی باخبر کیا تھا آپ کو۔"

"باخبر کیا تھا تو پھر یہ کیا ہے؟ کیوں ہمیں بے عزت کرنے پر تلے ہوئے ہو....." بھائی نے کاغذات اٹھا کر دوبارہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے تھے۔ رابیل بے دم سی آگے بڑھی۔

digestlibrary.com

"کچھ نہیں..... صرف اتنا بتانا چاہتا تھا کہ اگر صحیح طریقے سے مجھے میری چاہت حاصل نہ ہو تو میں غلط طریقے بھی استعمال کر سکتا ہوں۔ یہ تو صرف جھوٹے کاغذات ہیں، میں اصلی بھی تیار کروا سکتا ہوں۔ اگر آپ لوگ اور رابیل مان جائیں تو ٹھیک ورنہ یہی کاغذات اصلی ثابت ہو سکتے ہیں۔" وہ نہ جانے کیا کہہ رہا تھا۔ رابیل کے کچھ پلے نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ امی کے پاس گری گئی تھی۔

"فرقان! اسے کہو یہ یہاں سے دفع ہو جائے۔ جو کرنا تھا یہ کر چکا ہے۔ اب میں اسے اپنے گھر میں مزید برداشت نہیں کر سکتا..... آج یہ نکاح کے جھوٹے کاغذات لے آیا ہے، کل یہ گواہ لے آئے گا۔" بابا مزید برداشت نہیں کر سکتے تھے، اندر کھڑی ہوئی رابیل بری طرح چونکی..... تو..... وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی کچھ کچھ سمجھ رہی تھی۔

"یہ جھوٹے سہی مگر اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ کسی کو روک سکتے ہیں....." ایک چبھتی ہوئی نظر اس نے رابیل پر ڈالی تھی۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ انتظام کر لیں..... اب بھی کہہ رہا ہوں، یہ کاغذات جھوٹے سہی مگر رابیل کہیں نہیں جائے گی۔ آج یہ رک گئی ہے، کل میں انتظار نہیں کروں گا۔" کتنا سفاک اور ظالم تھا وہ۔ ذرا بھی ماں باپ کی پروا نہیں تھی۔ وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسکنے لگی تھی۔

"قانونی طور پر تو میری بیوی کو کہیں بھیجنے کا کیا، اپنے گھر رکھنے کا بھی حق نہیں رکھتے آپ..... یہ صرف ایک قدم اٹھایا ہے میں نے..... اگر چاہتے ہیں آپ کہ سب کچھ سچ ہو جائے تو سمجھائیے اسے اور خود کو بھی۔ اب میں کچھ بھی نہیں دیکھوں گا۔ یہ کاغذات اسے میری بیوی ثابت کرتے ہیں اور اس جھوٹ کو آپ بھی ثابت نہیں کر پائیں گے۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے..... جاؤ جو کرنا ہے کر لو۔" بابا نے آگے بڑھ کر گریبان سے پکڑ کر اسے باہر دھکیلا تھا۔

"آپ غلط کر رہے ہیں۔ بہت پچھتائیں گے....." وہ یہ ذلت برداشت نہیں کر سکا تھا۔

"جاؤ..... دفع ہو جاؤ یہاں سے..... گم کرو اپنی یہ منحوس صورت..... جو بھی کرنا ہے کر لینا۔" بابا بے پناہ طیش میں تھے۔ فرقان بھائی کی بھی کچھ یہی کیفیت تھی۔

"تو ٹھیک ہے..... یوں تو پھر یوں ہی سہی....."

وہ کاغذات جیب میں ڈالے باہر نکل گیا تھا۔ اتنی دیر سے خود پر ضبط کرتی رابیل بڑی امی کے سینے میں منہ چھپا کر ضبط کھو گئی تھی۔ بابا اور فرقان بھائی نے بے بسی سے دیکھا۔

عبدالباری اس قدر گر سکتا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس سفاک نے اس کے راستے میں ہر طرف کانٹے ہی کانٹے بو دیئے تھے۔ وہ جدھر بھی قدم رکھتی تھی پاؤں چھلنی چھلنی ہوئے جاتے تھے۔ بابا نے بہت کوشش کی تھی اپنے تعلقات استعمال کر کے کہ اسے کسی نہ کسی طرح یہاں سے بھجوا دیں، اب کے عبدالباری نے جو قدم اٹھایا تھا وہ سب پر حاوی تھا۔ اب انہیں اس کی طرف سے کسی اچھائی کی امید نہیں تھی مگر رابیل جیسی اعلیٰ لڑکی کو اپنے ہاتھوں سے کنویں میں بھی نہیں دھکیل سکتے تھے۔ ان کا ہر حربہ بے سود رہا تھا۔ رابیل کے لئے تو جیسے زندگی عذاب سی بن کر رہ گئی تھی۔

آج کتنے دنوں بعد وہ اسکول آئی تھی۔ چند گھنٹے گزرے تو طبیعت اچاٹ ہونے لگی۔ اسکول سے گھر تک کا فاصلہ بیس منٹ کی واک پر مشتمل تھا۔ وہ ہمیشہ پیدل ہی عبور کر لیتی تھی۔ وہ بابا کو بتا کر خاموشی

سے نکل آئی۔ ابھی اس نے صرف اسکول کی چاردیواری ہی کراس کی تھی جب عقب سے آتی گاڑی نے اس کے بالکل قریب بریک لگائی تھی۔ وہ جو اپنے ہی خیالوں میں چل رہی تھی اچھل کر پیچھے ہٹی۔ دہل کر پلٹ کر دیکھا' عبدالباری گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔

"ہیلو مائی ڈیئر..... کیسی ہو..... میں تمہیں ہی لینے اسکول جارہا تھا۔ آؤ بیٹھو۔" اس کے قریب آ کر اس نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کی آفر کی تھی۔

"نہیں..... شکریہ....." عبدالباری کو تو دیکھ کر ویسے بھی اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا تھا۔ کوئی اعتماد' بھروسہ' کچھ بھی تو باقی نہیں بچا تھا۔ ہر حد تو وہ پار کر چکا تھا۔ عزت تک تار تار کرنے پر تلا ہوا تھا پھر وہ اس کی پروا کیوں کرتی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے..... گھر آیا تھا' علم ہوا محترمہ اسکول میں ہیں..... سوچا تمہیں پک بھی کرلوں گا اور بات بھی ہوجائے گی..... آؤنا....." وہ یوں لگاوٹ کا مظاہرہ کررہا تھا جیسے دونوں کے درمیان تعلقات بہت خوش گوار ہوں۔

"نہیں..... جب میں نے کہہ دیا شکریہ تو پھر شکریہ..... جاؤ یہاں سے۔ راستہ چھوڑو میرا..... مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی....." وہ غصے سے کہہ کر جانے لگی تھی جب عبدالباری نے اس کی کلائی پکڑی۔ وہ سرعت سے پلٹی۔

"کیا بدتمیزی ہے....." اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے آزاد کرایا۔ چہرہ اس جرأت پر لال انگارہ ہوگیا تھا۔

"بدتمیزی نہیں میڈم رابیل صاحبہ! حق رکھتا ہوں..... آفٹر آل نکاح کے کاغذات تمہیں میری بیوی شو کرتے ہیں..... خواہ وہ جھوٹے ہی....."

"چٹاخ....." اس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتا' رابیل کا ہاتھ اس پر اٹھ گیا تھا۔

"انتہائی رزیل' کمینی فطرت کے حامل گھٹیا انسان ہو تم....." وہ غصے سے سرخ انگارہ ہورہی تھی۔ برداشت کا مادہ کبھی تو چھلکنا ہی تھا۔

عبدالباری حیرت سے اس دھان پان سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس کی جرأت اتنی بڑی تھی اور حوصلہ اتنا بلند تھا کہ کسی کو بھی خاطر میں نہ لانے والے عبدالباری کے گال پر اس کے ہاتھ کا نشان ثبت ہوچکا تھا۔

"میرا ارادہ پہلے تم سے صرف بات کرنے کا تھا مگر تم کچھ اور ہی چاہتی ہو۔ اب صبر نہیں کروں گا..... بہت تماشا بنالیا' اب عمل کروں گا۔ آؤ....." عبدالباری نے اس کا بازو تھاما تھا' وہ ہراساں ہوگئی۔ جرأت تو اس نے واقعی بہت بڑی کی تھی' اب وہ نہ جانے کیا کرے۔

"پلیز باری..... چھوڑو میرا ہاتھ..... مجھے تمہارے ساتھ کہیں نہیں جانا۔"

مگر وہ تو جیسے کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔ اسی طرح بازو دبوچے گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ فرنٹ ڈور کھول کر اسے اندر دھکیل کر لاک کرکے خود بھی دوسری طرف آ بیٹھا۔

"باری پلیز..... یہ سب کیا ہے.....؟ کچھ تو خیال کرو..... کیوں کررہے ہو تم ایسا.....؟" اس کی طرف دیکھتے وہ رو رہی تھی جب کہ دوسری طرف کوئی پرواہی نہ تھی۔ پتھر تاثرات لئے اس نے گاڑی ڈرائیو کی۔

"باری!..... گاڑی روکو..... اگر بات ہی کرنا چاہتے ہو تو گھر چلو..... پلیز کہیں اور نہیں....." عبدالباری کو مخالف سمت میں گاڑی ریورس کرکے فل اسپیڈ کرتے دیکھ کر وہ کہے بغیر نہیں رہی تھی۔ مجال ہے

اسے اثر ہوا ہو۔ رابیل کا دل کانپ رہا تھا کسی انہونی کے خیال سے ہی۔

"باری....." تھوڑی دیر بعد بالکل نامانوس راستے دیکھ کر اس نے اس کا کندھا بری طرح جھنجوڑا مگر وہ بے مہر بنا ایک نظر ڈال کر سامنے دیکھنے لگا تھا۔ چہرے کے تاثرات ناقابل فہم تھے۔

"بہت بدنیت ہو تم....." وہ روتے ہوئے صرف یہی کہہ سکی تھی۔

عبدالباری اسے جہاں لے کر آیا تھا وہ جگہ اس کے لئے بالکل اجنبی تھی۔ وہ گاڑی سے اتر کر دوسری طرف سے آ کر گاڑی کا لاک کھول کر دروازہ وا کئے اسے دیکھنے لگا تھا جس کا رونا کسی بھی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔ نہ جانے اتنے آنسو اس کی آنکھوں میں کہاں سے آ سمائے تھے۔

"چلو آؤ..... اترو۔" اس نے اس کا بازو تھاما جو رابیل نے بری طرح جھٹک دیا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا..... اپنے گھر جانا ہے۔"

"تو میری جان تمہیں اپنے گھر ہی تو لایا ہوں۔ یہ دیکھو یہ واقعی تمہارا گھر ہے۔" اس کے مسلسل بہنے والے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

"نہیں..... مجھے صرف اپنے گھر جانا ہے..... امی کے پاس....." وہ اب بچوں کی طرح ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

"ٹھیک ہے..... مرضی ہے تمہاری..... جب رونا بند کرلو اور عقل ٹھکانے آ جائے تو اندر آ جانا..... اب یہی تمہارا سب کچھ ہے۔ اس گھر کے علاوہ اب تمہیں کہیں اور پناہ نہیں ملے گی۔ مائنڈ اٹ ڈیئر!" ایک جامد سی نظر اس پر ڈال کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔ کتنے پل آہستگی سے گزر گئے تھے۔ گاڑی سے اتر کر وہ اندر بڑھنے کے بجائے گیٹ کی طرف بڑھی۔ وہاں گارڈ مین موجود تھا اس کے باوجود گیٹ کھولنے لگی تھی۔

"آپ بی بی اندر چلی جائیں..... ہمیں دروازہ کھولنے کا حکم نہیں۔" اس کے ہاتھ رک گئے۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے..... میں جاؤں گی..... گیٹ کھولو۔" وہ چیخی تھی۔

"معاف کریں بی بی! ہم صاحب کے حکم کے بغیر گیٹ نہیں کھول سکتا۔" وہ بے بسی سے دیکھے گئی۔

"دیکھو..... جانے دو مجھے..... تمہاری اپنی بھی بیٹیاں ہوں گی..... مجھے جانے دو..... خدا تمہارا بھلا کرے گا۔" وہ اس کی منت پر اتر آئی تھی۔ ہاتھ جوڑے کھڑی تھی جب گارڈ مین کا انٹرکام بج اٹھا تھا۔ وہ فوراً سننے لگا تھا۔

"آپ اندر چلی جائیں..... صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔" انٹرکام رکھ کر وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ وہ ہارے ہوئے انداز میں اسے دیکھے گئی' وہ نظریں پھیر گیا۔

"یہ کس کا گھر ہے؟" اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"صاحب لوگ کا۔" وہ حیران رہ گئی۔ یہ بلند و بالا عالی شان عمارت عبدالباری کی ملکیت تھی۔ کیا رشوت کی کمائی اتنی زیادہ ہوتی ہے؟ وہ محو حیرت تھی۔ یہ گھر' گاڑی اور بھی نہ جانے کیا کیا عیاشیاں تھیں۔

"یہاں کون کون ہے؟" حفظ ماتقدم کے طور پر پوچھا۔

"صرف صاحب ہوتے ہیں..... کبھی کبھار ان کے دوست آ جاتے ہیں..... اب وہ اکیلے ہیں۔"

"یا اللہ! یا مالک! کیا کروں.....؟"

وہ جانتی تھی عبدالباری کو اس پر کبھی بھی رحم نہیں آ سکتا تھا' اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر کے وہ اندر

ہی تھی۔ اندر ایک ملازم اسے مل گیا تھا جو اس کی امی کے کمرے تک رہنمائی کر گیا تھا۔

"صاحب اندر ہیں..... آپ چلی جائیں۔" وہ جا گیا تھا۔ وہ کچھ دیر ساکن سی کھڑی رہی' آہستگی سے دروازہ دھکیل کر دہلیز پر قدم رکھا تو وہ سامنے ہی بستر پر منہ کے بل لیٹا ہوا نظر آیا۔

"آ گئیں تم..... مجھے پتہ تھا تم ضرور آؤ گی۔"

لائٹس آف تھیں' بیڈ کے دونوں سائیڈز کے لیمپ روشن تھے۔ عجب ماحول ہو رہا تھا کمرے کا۔ وہ چند پل کے لئے خالی ذہن اور خالی نظریں لئے اسے دیکھے گئی جو کروٹ بدل کر تکیے کے سہارے نیم دراز ہوا تھا۔

"عجیب لڑکی ہو تم..... لڑکیاں مرتی ہیں میری ایک نظر کے اشارے کے لئے اور تم ہو کہ....." وہ ہنس رہا تھا۔ "نہ جانے کیسی پتھر ہو تم' ایک عرصے سے تم پر وقت ضائع کر رہا ہوں' تمہاری جگہ کوئی اور ہوتی تو اتنی پتھر نہ ہوتی۔" کتنا توہین آمیز نخوت بھرا انداز تھا۔ وہ کٹ کر رہ گئی۔

"نعوذ باللہ....." اس کا سچا قلب کانپ کر رہ گیا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا' وہ جو کچھ چاہتا تھا اور وہ جو کچھ نظر آ رہا تھا یہ اس کی بڑی امی کی یا بابا کی تربیت تو نہیں تھی۔ اگر ان کی یہ تربیت ہوتی تو وہ کچھ اور ہوتا۔ نگاہ میں اتنی شرم و حیا ہوتی تو سوچ تک پاکیزہ ہوتی اور اس کے دل میں اس کے لئے صرف نفرت ہی نفرت تھی۔

"کیوں لے کر آئے ہو تم مجھے یہاں..... کیا چاہتے ہو اب تم..... تماشا تو مجھے بنا دیا ہے' جی بھر کر نام کر رہے ہو۔ جینے کی کوئی سبیل نہیں چھوڑی تم نے اب کون سا تیر تمہارے ترکش میں باقی رہ گیا ہے جو آزمانا چاہتے ہو....."

"صرف ایک تیر' اپنے ترکش کا آخری تیر..... تمہیں اپنے نام کرنا ہے یہی ضد ہے میری۔ بس یہی چاہتا ہوں میں تم سے۔" وہ بستر سے اتر آیا تھا۔

"ہونہہ....." وہ نفرت سے اسے دیکھتی رہی جب کہ دہلیز سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھی تھی۔ وہ آنکھوں میں بے پناہ تنفر سمیٹے ہوئے تھی۔ "ماں باپ کی عزت کا جنازہ نکال کر تم صرف اپنی ضد پوری کرنا چاہتے ہو..... حیرت ہے' کیسی بے رحم اولاد ہو تم..... ماں باپ ہر لمحہ تمہارے لئے مر رہے ہیں۔ راتوں کو بھی اٹھ اٹھ کر صرف اور صرف تمہاری ہدایت کے لئے گڑگڑاتے ہیں' تمہاری خیر و سلامتی کی دعائیں مانگتے ہیں اور تم ہو کہ انہیں صرف مارنے پر تلے ہوئے ہو..... کتنے ظالم ہو تم..... ذرا بھی تمہیں ان پر رحم نہیں آتا....."

"آتا ہے اسی لئے تو سیدھے راستے سے تمہیں اپنانا چاہتا تھا' آج بھی میرا مقصد ان سب کی رضا سے تم سے بات کرنے کا تھا۔ بہرحال برا طریقہ تو یہ بھی نہیں..... بس اب یہ ضد چھوڑ دو' آج ہر حال میں وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔" وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹی تھی۔ اعتبار تو اس بے اعتبار پر تھا ہی نہیں۔ اس وقت وہ کھڑی بھی اسی کی دہلیز پر تھی اس کے رحم و کرم پر تھی' کوئی بھی لمحہ اسے شیطان کا بہروپ دے سکتا تھا۔

"جو چاہتے ہو وہ گھر جا کر کر لینا۔ مجھے ابھی صرف گھر جانا ہے۔" اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے وہ گویا تھی۔

"نا..... اب گھر جانے والی بات نہیں کرنا۔ ہاں جانے ضرور دوں گا مگر میری خواہش پوری ہونے کے بعد..... تاکہ نہ کوئی تمہیں پچھتاوا رہے اور نہ ہی کوئی ملال مجھے رہے..... ورنہ یہیں رہو ہر چیز ملے گی.....

میری توجہ و مہربانی سمیت.....'' وہ دلکشی سے مسکرا رہا تھا۔ رابیل کا جی چاہا مردانہ خوب صورتی سے سجا اس کا چہرہ نوچ ڈالے۔ بظاہر کتنا خوب صورت اور متاثر کن تھا مگر باطن کتنا گھٹیا اور قابل نفرت تھا۔ اس کا جی متلانے لگا۔

''تم غلط کر رہے ہو..... سب غلط کر رہے ہو..... پچھتاؤ گے ساری عمر.....'' بچاؤ کا کوئی راستہ نہ دیکھ کر وہ رو پڑی تھی۔ سارا وجود پتے کی مانند لرزنے لگا تھا۔ عبدالباری چند لمحے اس کے وجود کو دیکھتا رہا تھا پھر اس نے آگے بڑھ کر اسے کندھوں سے تھام لیا تھا۔ وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔

''میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی..... اللہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی' یوں جیسے بچاؤ کا ہر راستہ مفقود ہو گیا ہو۔

''انتہائی بدنیت ہو تم..... اللہ کرے مر جاؤ تم.....'' خلوص دل سے بددعا دی تھی۔

''جب اللہ کے پاس جائیں گے میری جان تو دیکھ لیں گے..... اس وقت تو صرف تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے اسے دوبارہ کندھوں سے تھام لیا تھا۔ اس دفعہ وہ کوئی مزاحمت بھی نہ کر سکی تھی۔ ''خواہش تھی کہ اسی طرح تمہیں اپناؤں جس طرح اور لوگوں کی شادی ہوتی ہے مگر تم سب لوگ یہی چاہتے تھے۔ سوری میری جان! تمہارے ان آنسوؤں کا میں کوئی سدباب نہیں کر سکتا' بس صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ تھوڑی دیر میں نکاح خواں اور گواہان وغیرہ کا بندوبست ہو جائے گا۔ خود کو ذہنی طور پر تیار کر لو..... اگر تم میری بات یہاں آنے سے پہلے سن لیتیں تو اس افراتفری کے بجائے نکاح کی ساری کارروائی اپنے گھر میں کرواتا۔ خیر بری جگہ تو یہ بھی نہیں..... مائنڈ میک اپ کر لو..... جو ہو گیا سو ہو گیا.....'' وہ کہہ رہا تھا۔ وہ اذیت بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔

''جب تم نے اللہ کی نافرمانی کرنے کی ٹھان ہی لی ہے' موت تمہارے نزدیک ایک کھیل ہے تو پھر ان معاملات میں تمہیں نکاح کی کیا ضرورت پڑ جاتی ہے..... بڑے خود مختار ہو تم' تو پھر یہ ڈرامہ بھی کیوں رچا رہے ہو..... نعوذ باللہ بڑے طاقت ور اور زبردست ہو نا.....'' اس کے ہاتھوں کو نفرت سے جھٹکتے وہ طنز کرنے سے باز نہیں آئی تھی اور وہ ہنس دیا۔

''بقول تمہارے میں نام کا مسلمان ہوں مگر ہوں تو سہی ناں..... یہ نکاح کا ڈرامہ بھی صرف اور صرف تمہارے لئے رچانا چاہتا ہوں..... ورنہ تم کبھی بھی اختیار سے باہر نہیں رہی ہو۔ یہ زبردستی بہت پہلے کر چکا ہوتا.....'' رابیل کا جی چاہا کہ وہ ڈوب مرے..... کوئی ایسی سبیل نکل آئے کہ یا تو وہ اس سامنے نظر آنے والے شخص کو شوٹ کر دے یا پھر اپنے وجود کو مٹا ڈالے..... یعنی کوئی پردہ باقی نہیں بچا تھا لیکن وہ اتنی بے بس و مجبور تھی کہ انتہائی خواہش کے باوجود کچھ بھی نہ کر سکی سوائے رونے کے۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

''جب سب کچھ طے ہی کر چکے ہو تو پھر ایک کام کرو۔ فرقان بھائی یا بابا کو شامل کر لو..... ورنہ میں ساری عمر ان کے سامنے نظر نہیں اٹھا سکوں گی..... اپنی ہی نظروں میں گر جاؤں گی۔'' ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ کہہ رہی تھی۔ وہ بغور دیکھتا رہا تھا پھر اس کا موبائل بجا تو وہ باہر نکل گیا۔

❁.....❁.....❁

نہانے کے بعد وہ وضو کر کے باہر نکلی تو عبدالباری منہ کے بل سرہانے میں سر دیئے ابھی بھی گہری نیند میں مدہوش تھا۔ اسے دیکھ کر رابیل کے چہرے کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔ سارے جسم میں نفرت کا

پھیلنے لگا تھا۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے جائے نماز بچھا کر کھڑی ہوگئی۔ نماز ادا کر کے ابھی جائے نماز لپیٹ رہی تھی کہ عبدالباری کا موبائل بج اٹھا تھا۔ وہ نظر انداز کئے کچھ دیر کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتی رہی۔ بیل ایک دفعہ مکمل ہوکر دوسری دفعہ پھر شروع ہوگئی تھی۔ عبدالباری نے مسلسل ہونے والی فون پر بھی سر نہ اٹھایا تو وہ آگے بڑھی۔ اسکرین پر کالر نمبر دیکھتے ہی وہ خوش ہوگئی۔ فوراً ایس کا بٹن پش کردیا تھا۔

"السلام علیکم....." اس نے کہا۔

"وعلیکم السلام..... جیتی رہو کیسی ہو.....؟" دوسری طرف سے بڑی امی تھیں۔ رابیل کی آنکھوں میں آنسو آسمائے۔ کتنا فاصلہ آگیا تھا درمیان میں۔

"جی رہی ہوں..... ابھی تک زندہ ہوں..... آپ کیسی ہیں؟" ابھی تو صرف ایک رات گزری تھی مگر لگ رہا تھا کہ جیسے برسوں گزر گئے ہوں ان کو دیکھے ہوئے۔

"جی رہی ہوں میں بھی..... ساری رات ایک پل کو بھی آنکھ نہ لگی۔ یہی غم کھاتا رہا کہ میرے بیٹے نے تم پر کیا پہاڑ توڑا ہے..... کیا گزر رہی ہوگی تم پر میں نے تمہیں ہمیشہ بیٹی سے بڑھ کر چاہا ہے..... مجھے معاف کردینا..... جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا۔" وہ مسلسل رو رہی تھیں۔ رابیل نے ایک نظر کروٹ بدلتے عبدالباری کو دیکھا پھر ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کئے۔

"آپ کا کیا دوش ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں کیا کرے گا اب ضد تو اس کی پوری ہوگئی ہے۔ مارنے سے تو رہا..... بابا کو بھی حوصلہ دیجئے گا۔ کل تو بہت تکلیف میں تھے وہ۔ اب بی پی کی کیا کنڈیشن ہے؟" اب جیسی بھی زندگی تھی گزرنی تو تھی نا۔ روتے ہوئے بھی اور ہنستے ہوئے بھی۔ کچھ حوصلہ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ دوسری طرف سے گہری سانس سنائی دی تھی۔

"کل سے بہتر ہے مگر ابھی بھی بستر پر ہی ہیں..... ورنہ عبدل نے تو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔" وہ خاموش رہی اور عبدالباری کو دیکھتی رہی جو گہری نیند میں تھا۔

"تم آؤ گی نا..... ضرور آنا..... ہم سب ناشتے پر تمہارا انتظار کررہے ہیں۔ ذرا عبدل سے بھی بات کرواؤ میری..... پوچھوں تو سہی کس گناہ کی سزا دے رہا ہے وہ مجھے۔" اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ عبدل کو نفرت سے دیکھ کر منہ پھیر گئی۔ بمشکل اپنے اوپر ضبط کرسکی۔ بستر کے قریب جھک کر اس کو آواز دی۔

"عبدالباری..... باری....." اب تو اس کا نام لینے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ پہلے ہی نفرت کیا کم تھی اب مزید بڑھ گئی تھی۔ ایک رات ہی سارے راز کھول گئی تھی۔ مزید سہنے سننے یا دیکھنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ سارے بدن پر ایک ناگواری سی چھائی ہوئی تھی۔ جھک کر اس کا بازو سختی سے جھنجوڑ ڈالا۔

"ہوں..... کون..... کیا ہے؟" نیند شاید بہت گہری تھی۔ ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھتے گردن ہلاتے پوچھا تھا۔ پتہ نہیں وہ ایسا بے حس کیوں ہوگیا تھا ورنہ بڑے بابا یا بڑی امی ایسے تو نہیں تھے۔ اس کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"امی کا فون ہے..... بات کرنا چاہتی ہیں وہ....." ادھر باپ ماں مر رہے تھے اور ادھر وہ اپنی فتح مندی کا جشن منانے میں غرق اپنی ہی خوشی میں مست تھا۔ اسے رہ رہ کر اس کی بے حسی پر دکھ ہو رہا تھا۔

"ہوں..... اتنی صبح صبح..... لاؤ..... دو....." وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ لب بھینچے فون پکڑا کر پلٹنے لگی تھی

جب اس نے بازو تھام لیا تھا۔

"کہاں چلی ہو..... ادھر بیٹھو....." اپنے قریب گرالیا تھا۔ وہ کوئی احتجاج بھی نہ کرسکی۔ بھلا اب احتجاج کرنے کو رہ بھی کیا گیا تھا۔

"ہیلو....."

"عبدل۔" امی نے پوچھا تھا۔

"جی بول رہا ہوں....." بے زاری سے کہا تھا۔

"سو رہے تھے کیا؟" انہوں نے بے زاری نوٹ کرکے پوچھا تھا۔

"ظاہر ہے سو ہی رہا تھا' اب اتنی صبح صبح بیل جوتنے سے تو رہا۔" آواز جھنجلا گئی تھی اس بے معنی سوال پر۔ رابیل صرف دیکھ کر رہ گئی جب کہ بازو ابھی بھی اس کی گرفت میں تھا۔

"میں ناشتے پر تم دونوں کا انتظار کررہی ہوں..... ناشتا گھر آ کر کرنا۔" امی نے دعوت دی تھی۔ وہ حیران ہوا۔

"اتنی صبح..... حیرت ہے' کیا بابا نے آپ کو اجازت دے دی ہے مجھے گھر بلوانے کی....." وہ طنز پر اتر آیا تھا۔

"تم نے جو کیا ہے ساری عمر گھاؤ رستے رہیں گے..... تمہارے دیئے زخم بھلائے نہیں جاسکتے۔ ہمیں پروا ہے تو صرف رابیل کی..... کیا کیا ارمان نہیں تھے اس کے لئے ہمارے دل میں اور تم نے کیا کردیا ہے۔ نہ اسے زندہ رہنے کے قابل چھوڑا ہے اور نہ ہمیں۔ جیتے جی مار ڈالا ہے تم نے ہمیں۔ ایک داغ ساری عمر سفید براق سر پر رہے گا۔ بڑی خواہش تھی کہ اسے اپنے ہاتھوں سے تمہاری دلہن بناؤں سب ملیا میٹ ہوگئے ہیں..... اب اسے لے کر آجانا۔ یہ نہ ہو وہ ترستی رہے ہمارے لئے اور ہے ہی کون ہمارے علاوہ اس کا۔ اپنے ہاتھوں سے سب کچھ خوشی خوشی کیا ہوتا تو کوئی دکھ نہ ہوتا..... یہ دن بھی دیکھنے تھے ہمیں....." وہ مسلسل کہتے رو بھی رہی تھیں۔ عبدالباری اس جذباتی بلیک میلنگ سے جھنجلا گیا۔

"حد ہوتی ہے۔ کیا محبت ہے آپ کی بھی..... ساری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہیں۔ میں تو جیسے کچھ لگتا ہی نہیں ہوں آپ کا۔ کیا کوڑے کے ڈھیر سے اٹھایا تھا مجھے..... اب کیوں رو رہی ہیں۔ یہ سب آپ کا ہی کیا دھرا ہے' مجھے الزام نہ دیں۔ جتنا انتظار میں نے کیا ہے وہ میری ہی شرافت ہے۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا' اگر مان لیتے تو کبھی اتنا بڑا قدم نہ اٹھاتا۔ اگر آپ کی خواہش تھی تو میری بھی خواہش تھی کہ سب عزت کے ساتھ ہوجائے۔ آپ لوگوں کو ہی عزت کا سودا گوارا نہیں تھا۔ اب جو ہوا ہے بھگتیے....." رابیل پر ایک ٹیڑھی نظر ڈال کر وہ فون پر امی سے خفا ہو رہا تھا۔ رابیل اس کی ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری والی عادت پر تلملانے لگی۔ عبدل کو تو ماں باپ کے احساسات کی بھی ذرا پروا نہ تھی۔ کوئی شرمندگی نہ تھی۔ معافی تلافی کا کوئی لفظ نہ تھا۔ کیسی بے حسی تھی یہ.....

"شاباش بیٹے! شاباش..... تم یہ کہہ سکتے ہو۔ اولاد ہو نا' خوب آزماؤ ماں باپ کا دل کیا ہوتا ہے' جب اپنی اولاد پیدا کرو گے تو پوچھوں گی....." وہ پھر رونے لگی تھیں۔ "خوش رہو..... ماں باپ کے دل میں اولاد کے لئے صرف دعائیں ہی دعائیں ہوتی ہیں چاہے وہ کچھ بھی کرلیں مگر تم نے تو دعا دینے کے بھی قابل نہیں چھوڑا۔ اس بدنصیب کا دکھ رلاتا ہے۔ پھر کہہ رہی ہوں اس کو لے کر ضرور آجانا..... یہ نہ ہو میں بوڑھی انتظار کرتی رہ جاؤں۔" انہوں نے خاص تاکید کرکے فون بند کردیا تھا۔ اس نے موبائل آف

کر کے بستر پر پھینکا۔

"ہونہہ....." چہرے کے تاثرات سخت کبیدہ خاطر ہو چکے تھے۔ "یعنی حد ہوتی ہے..... مجھے ہی الزام....." وہ باآواز بلند بڑبڑایا تھا۔ "تم نے میرا موبائل کیوں ریسیو کیا تھا....." وہ اب اپنا سارا غصہ رابیل پر نکالنا چاہتا تھا۔ وہ اندر ہی اندر چیخنے لگی۔ اپنا بازو اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکالا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تمہارا موبائل ریسیو کرنے کا۔ مسلسل بیل ہو رہی تھی جب تم سوئے پڑے تھے مجھے تو کچھ کرنا ہی تھا نا....." جب یہ طے ہو چکا تھا کہ زندگی اب اسی شخص کی معیت میں گزارنی ہے تو پھر کیوں دب کر رہے۔ اسی سوچ نے اسے لب کشائی پر مجبور کر دیا تھا۔ عبدل کے جو انداز و اطوار اور سرگرمیاں تھیں ان کی موجودگی میں وہ اب لب سی کر زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔

"تم....." عبدل نے اس کے یوں دوٹوک انداز پر گھورا تھا۔

سر پر دوپٹہ نماز کے اسٹائل میں ابھی بھی لپٹا ہوا تھا۔ بلیک دوپٹے کے اندر چھپا چہرہ نور کا ہالہ لگ رہا تھا۔ چہرہ کل کی نسبت اب قدرے بہتر تھا۔ آنکھیں مسلسل گریہ وزاری سے اب بھی سوجی ہوئی تھیں۔ سُرخ رنگ ہو رہی تھیں مگر آنکھوں کے برعکس چہرے پر ایک عجب سا نور تھا۔ وہ چند ثانیے یک ٹک دیکھتا رہا..... یہ لڑکی اس کی سب سے بڑی ضد تھی' اب بیوی بن چکی تھی۔ اس لڑکی کی خاطر اس نے کسی بھی جائز و ناجائز کی پروا نہیں کی تھی' اب وہ اس کی دسترس میں تھی اس کے باوجود ایک کمی سی تھی۔

"آئندہ میرا موبائل ریسیو کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔" وہ اسے تنبیہ کر کے بستر سے اتر گیا تھا۔ رابیل اس کی پشت کو گھورتی رہی۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے....." لہجہ اب زہر خند تھا۔ اس نے پلٹ کر گھورا۔ ایک دن وقفے سے کیا کچھ بدل گیا تھا۔ کل اس کے وہم و گ میں بھی نہیں تھا کہ وہ آج اس انداز میں یہاں ہو کل جب وہ اسے زبردستی لے کر یہاں آیا تھا تو کے ارادے دیکھ کر وہ جان گئی تھی کہ وہ کچھ بھی کر وہ اب اسے جانے نہیں دے گا۔ وہ ہر حال میں عز کی زندگی چاہتی تھی' جہاں تک ہو سکا تھا اس نے بھرم رکھنے کی کوشش کی تھی مگر اب عبدالباری ارادے اس کے حوصلے پست کئے دے رہے تھے وہ مجبور ہو گئی تھی۔

عبدالباری نے اس کی بات کا بھرم رکھا تھا۔ بابا اور فرقان بھائی کو بلوا لیا تھا۔ وہ اصل صورت حا سے قطعی بے خبر تھے۔ اصل معاملے کی خبر تو انہیں یہیں آ کر ہوئی تھی۔ نہ جانے کیا کہہ کر وہ انہیں سا لایا تھا۔ سب نے اسے سمجھانے کی پوری کوشش کی مگر وہ اسے کسی بھی قیمت پر چھوڑنے پر راضی نہیں صرف ایک ہی رٹ تھی کہ نکاح ہو گا تو ابھی ہو گا ور وہ یہیں رہے گی۔ مجبوراً وہ سب ہار گئے تھے۔ بابا کتنی تکلیف ہو رہی تھی' ایک دم ان کا بلڈ پریشر ہا ہوا تھا۔ نکاح کے بعد وہ سب چلے گئے تھے۔ ا اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں' ان کا خیال تھا کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا کم از کم رخصتی ہی عزت کے ساتھ ہو جائے مگر وہ اس پر بھی راضی نہیں ہوا تھا۔ بہت مایوس ہو کر وہ لوگ گئے تھے۔ وہ کل سے یہیں تھی۔ ا اس پر اپنے سارے شوق پورے کر چکا تھا مگر دکھ تھ کہ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ احساسِ زیاں تھ کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"تیار ہو جاؤ..... گھر چلنا ہے۔" باتھ روم سے نکلنے کے بعد عبدالباری نے اسے سوچوں سے باہر

وہ غسل لے چکا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہی۔

"میں کچھ بکواس کر رہا ہوں رابیل بی بی!" اسے اس طرف یوں گھورتے دیکھ کر اس نے ٹوکا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں تیار ہوں....." جوتا پہن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ عبدالباری نے اسے سر سے پاؤں تک جانچا۔

"کپڑے تو چینج کرلو..... اسی حلیے میں جانے کا ارادہ ہے کیا؟" اس کے بلیک سلوٹوں والے لباس کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے اس نے ٹوکا۔

"میں جب کل گھر سے نکلی تھی تو یہی پہنا تھا' مجھے علم تھا کہ واپسی پر کسی عقوبت خانے میں جانا پڑے گا۔ فی الحال مجبوری ہے میرے پاس یہی لباس ہے۔" تلخی سے جواب دیا تھا۔ عبدالباری کی پیشانی پر سلوٹوں کا جال بن گیا۔

"بہت چلتی ہے تمہاری زبان..... اب بیگم صاحبہ! ذرا اپنے لہجے پر کنٹرول رکھا کرنا۔ میں عادی نہیں ہوں اس لہجے کا' اس قسم کی گفتگو مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ بہت برداشت کیا ہے تمہارا یہ بدلہجہ اب بالکل نہیں کروں گا..... میں رعایت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" اس کے سامنے شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی تھی۔ وہ خاموشی سے سر جھٹک گئی۔

"برداشت نہیں تھی تو پھر یہ رشتہ ہی کیوں باندھا تھا تم نے..... عادی نہیں ہو تو بن جائیں ایس پی صاحب! اگر پہلے یہ لہجے نہیں سنے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اب سن لیں' مجھے تو عادت ہے اسی زہر خند لہجے میں بات کرنے کی اور ساری عمر کروں گی۔"

"تو پھر کان کھول کر سن لو تم بھی..... مجھے یہ زبان چلانا بھی آتی ہے..... سمجھیں تم!" اس کے بازو کو جھٹکا دے کر اس نے اسے بستر پر دھکیلا تھا۔

"تو انتظار کس بات کا ہے..... دیر کیوں کر رہے ہو..... میں تو منتظر ہوں' کاٹو زبان میری..... میں بھی تو دیکھوں تم کس حد تک وحشی پن کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔ کس حد تک گر سکتے ہو....." آنسو بے اختیار چھلک آئے تھے۔

"رابیل....." وہ لب بھینچ گیا۔ عبدالباری جو ساری رات اس کے آنسوؤں سے نہیں پگھلا تھا' اب رک گیا۔ نہ جانے کیا ہوا تھا۔

"تم..... تم....." عجب مجنونانہ انداز میں آگے بڑھ کر اس نے اسے کندھوں سے تھام کر خود میں بھینچ لیا تھا۔

"یوں بولو گی تو کسی دن واقعی میرے ہاتھوں سے ضائع ہو جاؤ گی۔" رابیل کے آنسوؤں کی روانی میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ وہ مکمل طور پر اب توجہ پر آمادہ تھا۔ زخم دے کر عبدالباری کی اب یہ مرہم لگانے والی ادادہ قطعی نہ سمجھ سکی تھی۔

گھر آئے تو سب آ کے نارمل انداز میں ہی ملے تھے۔ بابا سوئے ہوئے تھے' بھابی وغیرہ سے مل کر کھانے کے بعد وہ لاؤنج میں آ بیٹھی تو امی اور بھابی بھی وہیں آ گئیں۔ فرقان بھائی البتہ ناشتے کے بعد آفس کے لئے نکل گئے تھے۔

"تم ساتھ چلو گی یا ابھی ٹھہرنا ہے۔" کچھ دیر بعد عبدالباری جانے کو اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں..... یہ کہیں نہیں جائے گی' یہ اب یہیں رہے گی۔ تم نے جہاں بھی جانا ہے جاؤ..... مگر اب خیال رکھنا یہ اب اسی گھر میں رہے گی سب کے ساتھ۔" اس کی بجائے جواب امی نے دیا تھا۔

"کیوں.....؟" وہ حیران ہوا۔ "ہرگز نہیں..... میرے لئے جب آپ کے گھر میں جگہ نہیں تو پھر اس کے لئے بھی نہیں۔ تم اٹھو رابیل! چلو....." وہ ہمیشہ اپنا

ہی حکم چلاتا تھا۔

"کب تم نے ہمیں اپنا سمجھا ہے۔ اپنا سمجھا ہوتا تو یوں نہ کرتے..... اب تمہارا تو مجھے کوئی بھروسہ نہیں ہے اور اس کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دوں..... خدا جانے کیا کرتے پھرتے ہو تم اور کیا سلوک کرو گے اس کے ساتھ بھی۔ تم جیسے لوگوں کا نہ کوئی دین ہوتا ہے اور نہ ہی ایمان' جس کے نزدیک ماں کی کوئی عزت نہیں وہ کیا جانے بیوی کی عزت کیا ہوتی ہے۔" امی نے گویا اس کے دل کی بات کہہ دی تھی۔ وہ غصے سے دیکھتا رہا۔

"یہ یہیں رہے گی بلکہ تم بھی اب اپنے آپ کو سنوارو..... اکیلے نہیں رہے ہو اب یہی تم لوگوں کا گھر ہے..... تم بھی یہاں رہو گے۔" امی نے فیصلہ سنایا تھا۔

"اچھا..... حیرت ہے..... بابا نے اجازت دے دی ہے مجھے بھی اس گھر میں رہنے کی۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"وہ باپ ہیں تمہارے' دشمن نہیں..... ویسے بھی جیسی تمہاری سرگرمیاں ہیں رابیل کو اس گھر میں اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتے ہم..... جیسے تم ہو ایسا ہی تمہارا حلقۂ احباب بھی ہوگا۔ تم سے اچھائی کی کوئی امید نہیں اوروں سے خاک ہوگی۔" امی نے غصے سے اسے اس کا اصل چہرہ دکھایا تھا۔

"حد ہوتی ہے..... زبردستی ہے کیا..... یعنی اب میں آپ کے اشاروں پر چلوں....." وہ تلملایا تھا۔

"ایک تم نے اپنی کی ہے' اب ہماری مان لو..... غلط نہیں کہہ رہی میں۔ ٹھنڈے دل سے سوچو تو تمہیں ہمارا فیصلہ معقول ہی لگے گا۔ تم تو سارا دن نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتے پھرتے ہو' کبھی تو راتوں کو بھی غائب ہوتے ہو۔ یہ وہاں کس کے سہارے ہوگی..... چاہے تمہارے پیچھے کوئی چور آئے یا ڈاکو' تمہیں کیا پروا ہوگی..... اپنی سرگرمیاں ختم ہوں گی تو تمہیں کچھ اور دکھائی دے گا۔"

اب کہ وہ چپ ہو گیا تھا۔ رابیل نے اس کا چہرہ دیکھا' کیسی بے بسی رقم تھی اس کے چہرے پر۔ یعنی اتنا کچھ کرنے کے باوجود وہ کسی نہ کسی طرح بے بس ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے مگر مجھ پر کوئی پابندی لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری اپنی زندگی ہے' اپنی ذاتیات ہیں میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔

عبدالباری نے اپنی ضد پوری کر لی تھی' اب بابا وغیرہ کا مشترکہ فیصلہ تھا کہ ولیمہ بھی ہو جائے ان کا' فرقان بھائی کا وسیع حلقۂ احباب تھا۔ پھر رشتے داری بھی تھی۔ وہ کس کس سے چھپاتے۔ رابیل کی خاطر وہ مجبور تھے۔ کچھ بھرم بھی رکھنا تھا نکاح جیسے بھی ہوا تھا' وہ لوگ ٹال مٹول کر گئے تھے مگر اب آئندہ کے متعلق راہ ہموار کرنے کو وہ سب سوچ رہے تھے۔ دانش بھیا کو اصل صورت حال سے لاعلم ہی رکھا گیا تھا۔ صرف دونوں کے نکاح کی اطلاع دی تھی' باقی تفصیل حذف کر دی گئی تھی۔ اب ان کا ولیمہ تھا جو اچھے خاصے پیمانے پر ہوا تھا۔ لوگ' رشتے دار' دوست احباب اس قدر خفیہ نکاح کرنے پر استفسار کرتے رہے تھے۔ وہ سب لوگوں کو بس کسی نہ کسی طرح مطمئن کرتے رہے تھے جب کہ اندر ہی اندر برا حال ہو رہا تھا۔ ایک تماشا سا بن گیا تھا اور جو تماشے کا سبب تھا وہ شاداں و فرحاں لوگوں سے مل رہا تھا' یوں جیسے کچھ انوکھا نرالا ہوا ہی نہیں۔ خدا خدا کر کے ولیمے کی تقریب اپنے انجام کو پہنچی تھی' سب نے شکر ادا کیا۔

digestlibrary.com

تقریب کے اختتام پر وہ لباس بدل کر ابھی بیٹھی ہی تھی کہ بھائی حفظہ اور عصمہ وغیرہ آ گئیں۔ بھابی ساتھ چائے بھی لائی تھیں' چاروں خاموشی سے پینے لگیں۔

"آج تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں رابیل..... پہلے کبھی بھی تمہیں یوں بنے سنورے دیکھا ہی نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ تم اس قدر سجی ہو۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے حور زمین پر اتر آئی ہو۔ ایمان سے ہم تو حیران تھیں....." بھابی چائے پیتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ وہ بمشکل مسکرا سکی۔ حفظہ اور عصمہ وغیرہ بھی مسکرا دی تھیں۔

"عبدالباری بھی بہت جچ رہا تھا..... دونوں ساتھ بیٹھے غضب کے لگ رہے تھے۔ آہ..... کاش ظاہر کی طرح اس کا باطن بھی خوب صورت اور دلکش ہوتا۔" عصمہ نے دُکھ سے کہا تھا۔ سب کچھ دیر تک خاموش سی ہو گئیں تو کچھ وقفے کے بعد حفظہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"رابیل! اب ہماری ساری امیدیں اللہ کے بعد تم ہی سے ہیں۔ وہ جن راستوں پر چل رہا ہے ان سے اسے تم ہی واپس لا سکتی ہو۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے سامنے ہے' اس کے مزاج کے ہر رنگ سے تم واقف ہو۔ اس کی نیچر' عادات و اطوار اور اس کی سرگرمیاں کچھ بھی تو تم سے چھپا ہوا نہیں۔ ہم نے پوری کوشش کی تھی کہ وہ نارمل انسانوں جیسی زندگی گزارے مگر سب تدبیریں اکارت گئی ہیں۔ اس نے سب جائز و ناجائز بھلا کر تم سے شادی کی ہے۔ تم ہی وہ واحد ہستی ہو جو اسے بدل سکتی ہو۔ اس کی زندگی میں تبدیلی لا سکتی ہو۔" حفظہ رندھی ہوئی آواز میں اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ چپ رہی۔

"آپ کے لئے یہ کہنا آسان ہے مگر آپ سب کیا جانیں یہ کرنا کس قدر مشکل ہے۔ میں کس اذیت میں ہوں' کون جانے۔ ابھی تک تو میں یہ بھی نہیں جان سکی کہ آپ کے بھائی کی نظروں میں میرا اصل مقام کیا ہے۔ ابھی تک تو میں صرف اس کے لئے ایک ضد ہی ہوں۔ صرف ایک انتقام ہوں۔ نہ جانے میرا اصل مقام کیا ہے۔ ابھی تک تو میں اس کو وہ سکون پہنچانے والی جیتی جاگتی لاش ہوں۔" وہ بہت منفی انداز میں سوچ رہی تھی۔ آج جس جس طرح لوگوں نے اس کے اور باری کے متعلق کرید کرید کر پوچھا تھا اس سے اس کے اندر کا اشتعال بہت بڑھ گیا تھا۔ اس کے اندر کی لڑکی کا ڈوب مرنے کو جی چاہ رہا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں تھی مگر اب بدنام ہو چکی تھی۔ یہ دکھ ہی بہت بڑا تھا' بہت اذیت دے رہا تھا۔

"کتنے عرصے بعد ہم نے اس کی نظروں میں وہی پرانی جوت دیکھی ہے۔ وہی عزت' وہی احترام دیکھا ہے اس کی آنکھوں میں جو کبھی یہاں آنے پر وہ ہمیں دیا کرتا تھا۔ وہ بدل سکتا ہے اگر تم کوشش کرو تو....." عصمہ بھی کہہ رہی تھی۔

"کیسے کوشش کروں؟ اگر ضد کی بجائے کوئی اور جذبہ ہوتا تو شاید میں اپنی ذات کی اتنی بے توقیری اور عزت نفس کی اس قدر پامالی برداشت بھی کر لیتی مگر اب یہ دُکھ ہی کم نہیں ہوتا کہ میں صرف ایک ضد تھی۔ چاہے جانے کی خواہش کسے نہیں ہوتی اور یہاں تو ایک لفظ بھی نہیں سوائے بے عزتی کے۔ ہر شوق' ہر لگن ہر خواہش ہی مر گئی ہے۔ اب تو اپنا آپ ایک بُت کی مانند لگتا ہے جس سے عبدالباری صرف اور صرف اپنے نفس کی خواہش پوری کرتا ہے ورنہ درمیان میں تو کچھ بھی نہیں۔" آج کے تجربے نے اسے بہت دُکھی اور آزردہ کر دیا تھا۔ کچھ کہنے سے خود کو پھر بھی باز رکھا تھا۔

وہ سب کچھ دیر مزید بیٹھی تھیں۔ عبدالباری

کمرے میں داخل ہوا تو وہ تینوں اسے شب بخیر کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔ وہ تکیہ درست کر کے دراز ہوگئی۔ نماز وہ لباس بدلتے ہی پڑھ چکی تھی اب صرف سونے کی خواہش تھی۔

"کیا مصیبت ہے اس گھر میں پرائیویسی نام کی کوئی چیز ہی نہیں..... جسے دیکھو دندناتا ہوا کمرے میں گھسا ہوا ہے۔" کوٹ اتار کر بیڈ پر اُچھالتے وہ سخت غصے میں تھا۔ آنکھیں کافی سُرخ ہو رہی تھیں شاید باہر کسی سے کوئی بات ہوئی تھی' وہ یہی اندازہ لگا سکی۔ چپ چاپ اسے دیکھے گئی جس کے نزدیک اس کے وجود کی اہمیت دو کوڑی کی بھی نہیں تھی۔ پھر وہ کس بنیاد پر اس سے کچھ پوچھتی یا توجہ دیتی حتیٰ کہ کچھ پل گزرنے کے بعد وہ بھی بستر پر آ گیا تھا۔

"تم نے اتنی جلدی لباس بدل لیا' میرا انتظار بھی نہ کر سکیں۔" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر وہ کہہ رہا تھا۔ وہ کتنے دنوں سے یہ سب برداشت کر رہی تھی۔ جب سے نکاح ہوا تھا اس کی یہی روٹین تھی مگر آج کے تجربے نے اندر نس نس میں اُترتی اذیت اور اشتعال نے اس کا ذہن بدل دیا تھا۔ پہلے وہ اس کے ہاتھ نہیں روکتی تھی مگر اب اس کے ہاتھ برداشت نہیں ہوتے تھے۔ سارے وجود میں تکلیف کی لہر اُترتی چلی گئی تھی۔ وہ بستر پر بیٹھ کر اس پر جھکا تھا۔ اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لینا چاہتا تھا' لہجہ یکسر بدل گیا تھا' آنکھوں میں واضح طلب سی اُتر آئی تھی۔

"چھوڑو مجھے..... اپنے غلیظ' ناپاک ہاتھ نہیں لگاؤ مجھے۔" شاید اب ضبط کا پیمانہ چھلک گیا تھا۔ اب وہ اپنے وجود کی مزید توہین برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ بپھرے ہوئے انداز میں اس کے ہاتھوں کو جھٹک دیا تھا۔

"کیا بکواس کرتی ہو تم....." یوں ہتک آمیز انداز میں اپنے ہاتھ جھٹکے جانے پر وہ بھی برداشت نہیں کر پایا تھا۔ وہ بستر سے اترنے لگی تھی' اس نے فوراً بازو پکڑ کر دھکیلا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو.....؟ یہ کیا تماشا ہے..... یہاں لیٹو....." اسے کھینچ کر بستر پر گرایا تھا۔ رابیل کا تن بدن سلگنے لگا۔

"تماشا کیا ہوتا ہے تم کیا جانو..... سارے عالم میں میری ذات کا اشتہار لگوا کر تم مجھے تماشے کا لفظ سُنا رہے ہو۔" آج رابیل کا ہر انداز ہی نرالا تھا۔ وہ حیران تھا۔ جب احتجاج کرنے کا وقت تھا تب وہ چپ چاپ سب سہہ گئی تھی اور اب۔

"رابیل! بند کرو اپنی بکواس....." وہ آہستہ آواز میں چیخا تھا۔ شاید اسے گھر میں موجود مہمانوں اور لوگوں کی پروا تھی جب کہ رابیل کو اب کسی کی بھی پروا نہیں تھی۔

"کیوں کروں اپنی بکواس بند..... میں کہہ رہی ہوں چھوڑو مجھے..... اپنے ناپاک ہاتھوں کو صرف اپنے تک محدود رکھو..... اتنے دنوں سے سہہ رہی ہوں یہ تذلیل' اب برداشت نہیں کروں گی۔" وہ اونچی آواز میں چیخی تھی' ساتھ ہی آنسو بھی بند توڑ کر باہر نکل آئے تھے۔ رابیل نے عبدالباری کی مضبوط چٹانی گرفت سے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش بھی کی تھی۔

"آہستہ بولو..... ورنہ حلق سے سانس کھینچ لوں گا..... اسی لئے میں اس گھر میں رہنے کے حق میں نہیں تھا..... جانتا تھا تمہیں اور شہہ مل جائے گی۔ ویسے بھی اس گھر میں تمہارے بہت خیر خواہ ہیں....."

رابیل کے منہ پر اپنا کھردرا ہاتھ رکھ کر وہ غرایا تھا۔ رابیل صرف بے بس چڑیا کی طرح پھڑپھڑا سی گئی۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر دائیں بائیں گرنے لگے۔ عبدالباری نے اس کے منہ سے ہاتھ اٹھایا تو وہ اسے

پیچھے دھکیل کر بستر سے اتری۔

"بہت برداشت کرلیا ہے میں نے..... اب نہیں کروں گی۔ انسان ہوں بُت نہیں..... کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے..... اف میرے خدا! اتنی تذلیل اتنی توہین..... کوئی تقدس ہی نہیں تمہارے نزدیک اس رشتے کا..... اصل پاکیزگی کیا ہوتی ہے تم جیسے نفس پرست رشوت خور انسان کیا جانیں..... تم نے مجھے بے غیرتوں کی طرح گھر کی چاردیواری سے نکال کر چوراہے میں سرِعام برہنہ پا کھڑا کردیا اور میں چپ رہی خاموش ہوگئی..... صرف اس لئے کہ تم ضد پر اترے ہوئے ہو اگر میں نے کچھ کہا تو رہا سہا بھرم بھی ختم ہوجائے گا مگر آج جو تذلیل لوگوں کی نظروں میں میں نے دیکھی ہے جو باتیں میرے کانوں نے سنی ہیں اور جو نظریں میرے وجود نے برداشت کی ہیں وہ میں مزید نہیں سہہ سکتی..... ختم کرو اپنا یہ کھیل....."

"چٹاخ....." ابھی وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عبدالباری کا زناٹے دار تھپڑ اس کے نرم و نازک رُخسار کو سُلگا گیا تھا۔ اس کی بولتی ایک دم بند ہوئی تھی۔

"شٹ اپ..... بہت کرلی تم نے اپنی بکواس..... اب ایک لفظ مزید نہیں سنوں گا..... بیوی ہو تم میری..... یہ ذہن میں رکھو! کوئی غلط لفظ نہیں سنوں گا....." اس کا انداز مالکانہ حقوق کے نشے میں ڈوبا ہوا تھا۔ "میں نے کبھی تم پر ہاتھ نہیں اٹھایا اب بھی صرف تمہاری بکواس کا نتیجہ ہے..... آئندہ ایسی بکواس کی تو زبان گدی سے کھینچ لوں گا....." اس کا بازو تھام کر اسے بستر کی جانب دھکا دیا تھا اس طرح کہ وہ منہ کے بل بستر پر جا گری تھی۔ وہ شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"کیوں کروں اپنی بکواس بند..... کیا ہے ہمارے درمیان صرف ضد..... جب خاص کچھ ہے ہی نہیں تو کیوں برداشت کروں یہ سب..... صرف ایک ضد تھی میں تمہارے لئے..... اب تمہاری تحویل میں تمہاری دسترس میں ہوں..... فاتح ہو تم میرے وجود پر ملکیت کا جھنڈا گاڑھے روز جشن مناتے ہو تم..... نہ جانے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو تم..... میں یہ سب سہہ لیتی سب برداشت کرلیتی اگر تمہارے نزدیک میرے وجود کی نہیں میرے کردار کی کوئی اہمیت ہوتی۔ محبت نہ سہی احترام کا جذبہ ہی ہوتا..... وفا اور یقین کا نہ سہی اس رشتے کا تقدس ہی پامال نہ کرتے تم..... مگر..... تم تو انتہائی بدنیت و بدفطرت انسان ہو..... تم پر تو تھوکا جاسکتا ہے کبھی گلے نہیں لگایا جاسکتا....."

رُخسار آگ کی طرح دہک رہا تھا جب کہ زبان شعلے اُگل رہی تھی۔ نرم و نازک روئی جیسے رُخسار کی اسکن سُرخ ہوچکی تھی۔ انگلیوں کے نشان بہت واضح تھے۔ وہ منہ کے بل ابھی بھی دراز تھی سب کہہ رہی تھی۔ کوئی خوف کوئی ہراس دامن گیر نہیں تھا۔ عبدالباری کچھ دیر لب بھینچے کھڑا سُنتا رہا پھر آگے بڑھ کر سائیڈ پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی بھرا تھا۔

"لو یہ پانی پی لو....." وہ اب بالکل خاموش تھی۔ اس پکار پر بھی سر نہیں اٹھایا تھا شاید سب الفاظ ختم کرچکی تھی۔ اندر اُٹھنے والا طوفان اپنی طغیانی سمیٹ کر مدھم پڑچکا تھا۔ وہ اس کے قریب بیٹھا تھا ہاتھ سے اس کا رُخ سیدھا کیا تھا۔ آنکھیں قاتل ہورہی تھیں۔ چہرے پر اپنی بے رحمی کے نشان دیکھ کر نہ جانے اندر کیا کچھ ہوا تھا۔

"پانی پی لو....." گلاس اس کے ہونٹوں کے قریب لے جاتے نرمی سے کہا تھا۔

"مجھے نہیں پینا....." اس نے سختی سے جھٹکنا چاہا تھا عبدالباری نے دوسرے ہاتھ سے اس کا بازو تھام

لیا۔

"میں نخرے اٹھانے یا زبانی کہنے والوں میں سے نہیں ہوں' عمل کرنے والوں میں سے ہوں' سو چپ چاپ پانی پی لو ورنہ....." نرم لہجہ اگلے ہی پل پھر سخت و کرخت ہو گیا تھا۔ رابیل نے عجیب نظروں سے دیکھا تھا پھر گلاس ہونٹوں سے لگا لیا۔ سانس اکھڑ رہی تھی سو پانی پینا مجبوری تھی۔

"گڈ گرل....." وہ فتح مندی سے مسکرایا تھا۔ رابیل نظریں پھیر گئی پھر خالی گلاس سائیڈ پر رکھ کر وہ لائٹ آف کر کے بستر پر آ گیا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اسے پھر اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ اس دفعہ کوئی مزاحمت نہیں ہوئی تھی شاید چیخ کر' رو کر وہ اپنے دل کا غبار نکال چکی تھی یا پھر اس کے اندر لڑنے کی ہمت ہی اس قدر کم تھی۔

وہ اسکول میں تھی جب عبدالباری کا فون اس کے لئے آیا تھا' تین دن سے وہ گھر نہیں آیا تھا۔ کوئی فون' کوئی اطلاع تک نہ تھی۔ اس نے پتہ کروایا تھا فرقان بھائی سے تو معلوم ہوا کہ وہ اس شہر میں بھی نہیں ہے' کہاں ہے کسی کو کچھ علم نہیں۔ اس کی طرف سے ایک فطری سی پریشانی بہر حال تھی۔ وہ اردو کا پیریڈ لے رہی تھی جب اطلاع ملی تھی۔ وہ سب چھوڑ چھاڑ فون سننے آفس میں آ گئی تھی۔

"عبدل کا فون ہے۔" بابا اسے ریسیور تھما کر آفس سے نکل گئے تھے۔

"ہیلو....." وہ کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"رابیل! میں نے گھر فون کیا تھا تو پتہ چلا کہ تم اسکول میں ہو۔" بغیر سلام و دعا کے وہ اس کی آواز پہچانتے ہی کہہ رہا تھا۔

"بس گھر میں فارغ تھی اسی لئے چلی آئی۔" اس نے بے تاثر لہجے میں بتایا۔

"اچھی بات ہے..... مزاجِ یار میں کچھ تو تبدیلی آئے گی۔" دوسری طرف سے دل جلایا گیا تھا۔ وہ سلگ سی گئی۔ کچھ سخت کہنے سے بمشکل زبان کو روکا۔

"کیسے فون کیا؟" تین دن سے کوئی رابطہ نہ تھا اسی لئے اصل مقصد کی طرف آ گئی۔ لہجے میں ایک واضح تلخی تھی جسے شاید وہ بھی نوٹ کر گیا تھا۔

"کیوں..... بغیر کسی وجہ کے میں تمہیں فون نہیں کر سکتا..... نصف بہتر ہو تم میری۔"

"اچھا اتنی جلدی یاد آ گیا کہ ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ بھی ہے..... مزید کچھ اور بھی یاد ہے کہ نہیں....." اس نے تلخی سے پوچھا تھا جب کہ انا بلبلا رہی تھی کہ چپ رہو مگر نہ جانے کون سا احساس تھا جو یہ سب اُگلوا گیا تھا۔ شاید آنکھ سے آنسو بھی بہنے لگے تھے۔ آج کل اپنی بے وقعتی اور توہین کا احساس ہر احساس پر حاوی ہونے لگا تھا۔

"خیریت بیگم صاحبہ! اتنی مرچیں کیوں چبا رہی ہیں....." عام انداز میں دونوں بات کرنا جیسے جانتے ہی نہ تھے۔ دوسری طرف سے بھی وہی انداز اختیار کیا گیا تھا۔ وہ مزید سلگ گئی۔

"اگر واقعی ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ ہے تو پھر پوچھ سکتی ہوں کہ تم اس وقت کہاں سے فون کر رہے ہو اور تین دن سے کہاں تھے؟ کوئی اطلاع' کوئی خبر نہیں یہاں سب' خاص طور پر بڑی امی کس قدر پریشان ہیں۔ بار بار مجھ سے پوچھ چکی ہیں مگر مجھے کچھ علم ہوتا تو میں بتاتی۔ مجھے تو ابھی تک یہ نہیں علم کہ کیا اوقات ہے میری؟ کیا حیثیت ہے میری؟ بتانے سے اگر تمہاری کوئی توہین ہوتی تھی تو کم از کم کوئی اطلاع ہی کر دی ہوتی یا پھر کوئی نشان ہی چھوڑا ہوتا کہ دوسروں کو خوامخواہ شرمندگی برداشت نہ کرنا

پڑتی..... مانا کہ یہ نئی بات نہیں مگر رشتے بدلنے سے اوقات کار اور عادات و فرائض بھی بدل جاتے ہیں۔ کاش اتنا تو جان لیا ہوتا.....'' وہ جانتی تھی اس بے حس پر کچھ اثر نہیں ہوگا مگر پھر بھی سب کہہ گئی تھی۔ دوسری طرف وہ مسکرایا تھا۔

''یہ ہر وقت تمہیں اپنی حیثیت کی کیوں فکر رہتی ہے۔ اپنے نام تو تمہیں لکھوا چکا ہوں' بابا نے ولیمہ کروا کے لوگوں کو بتا دیا ہے' اب کس بات کی گنجائش ہے۔ اگر اطلاع نہ دینے کا صدمہ ہے تو جب جا رہا تھا اس وقت خاموش رہنے کی بجائے پوچھ لیتیں تو غلم ہو جاتا۔ بہر حال امی سے فون پر بات کر چکا ہوں۔ تمہیں فون اس لئے کیا ہے کہ رات آٹھ بجے تک تیار رہنا' ایک جگہ دعوت ہے۔ کوئی اچھا سا لباس زیب تن کر لینا۔ سوگ کی حالت میں نہ دیکھوں تمہیں میں.....'' اسے کسی بھی خاطر میں نہ لائے اپنی کہے جا رہا تھا۔ رابیل کا جی چاہا کہ ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر فون بند کر دے یعنی کوئی وقعت ہی نہیں تھی اس کے رونے کی عبدالباری کی نظروں میں۔ نرا پتھر تھا وہ۔

''کیسی دعوت.....؟ کس نے انوائٹ کیا ہے؟''

''چند دوستوں نے مل کر انوائٹ کیا ہے..... شادی کے سلسلے میں دعوت دی ہے۔ کتنے دنوں سے کہہ رہے تھے' میں فارغ نہیں تھا۔ آج رات فراغت ہی فراغت ہے سو ہامی بھر لی۔ تم اچھی طرح ڈریس اپ ہو جانا۔ میں تمہیں پک کر لوں گا۔'' وہ چپ چاپ سنتی رہی جب کہ دل اندر ہی اندر دعوت کا پس منظر اور دینے والوں کے متعلق جان کر سخت کبیدہ خاطر ہوا تھا۔

ایک دو باتیں اس نے مزید کی تھیں پھر فون بند کر دیا۔ دعوت میں جانے کا نہ ہی اسے شوق تھا اور نہ ہی کوئی اشتیاق۔ عبدالباری پر جب اعتبار و بھروسہ ہی نہیں تھا تو اس کے دوست جائیں بھاڑ میں..... اس نے نہ جانے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ وہ دنیاداری میں اپنا آپ برباد نہیں کر سکتی تھی' خاص طور پر مردوں کے سامنے جانے سے اسے ہمیشہ ایک چڑ سی ہوتی تھی۔

گھر آ کر اس نے گھر والوں سے دعوت کے متعلق بالکل ذکر نہیں کیا تھا۔ آمنہ اس کی بچپن کی دوست تھی' اکثر دونوں ایک دوسرے کے گھر آتی جاتی رہتی تھیں۔ بھابی کو اس نے راضی کر لیا تھا' شام ہوتے ہی تیار ہو کر دونوں آمنہ کے گھر آ گئی تھیں۔ دو گھنٹے سکون سے گزرے تھے' واپسی میں گھر چلنے کی بجائے اس نے ڈرائیور کو شاپنگ سینٹر چلنے کو کہا تھا۔

''اس وقت..... بھلا یہ کون سا وقت ہے۔ ایک تو تم بے وقت گھر سے نکلی ہو اب یہ بے وقت کی شاپنگ..... کل کر لینا۔'' بھابی نے منع کیا تھا۔

''نہیں بھابی! مجھے آج ہی شاپنگ کرنی ہے' میرے پاس جو لباس ہیں وہ باری کو پسند نہیں۔ کسی دعوت میں چلتے ہوئے سو' سو باتیں سننا پڑتی ہیں۔ اولڈ فیشن کہہ کر ہر لباس میں سو' سو کیڑے نکالے جاتے ہیں۔ یہ کام میں آج ہی نمٹانا چاہتی ہوں۔'' اس نے عبدالباری کا نام لے کر بھابی کو لاجواب کر دیا تھا۔ بس وہ کچھ وقت مزید سکون سے گزارنا چاہتی تھی۔ موبائل اپنا آف کر چکی تھی' بھابی کا موبائل اس نے ساتھ لانے ہی نہیں دیا تھا یہ کہہ کر کہ ایک ہی کافی ہے۔ سو عبدالباری کی طرف سے چند گھنٹے سکون سے گزرے تھے۔

واپسی میں انہوں نے آئس کریم کھائی تھی' گھر لوٹتے لوٹتے بھی گیارہ کا وقت ہو گیا تھا۔ جیسے ہی گاڑی رکی سامنے ہی بڑی امی پریشانی سے ٹہلتے مل گئیں۔

''کہاں رہ گئی تھیں تم دونوں.....؟'' چھوٹتے ہی

ہوں نے پوچھا تھا۔
"خیریت....." انہیں اس قدر پریشان دیکھ کر بھابی نے پوچھا تھا۔
"رابیل! تمہیں عبدل نے کسی دعوت میں چلنے کو کہا تھا نا..... پھر تم گھر سے کیوں نکلیں۔ تمہاری غیر موجودگی میں اس نے زمین و آسمان ایک کردیا ہے۔ دو گھنٹے انتظار کرکے ابھی نکلا ہے' کتنی بار تمہارے موبائل پر بھی ٹرائی کرتا رہا ہے وہ آف کیا ہوا تھا تم نے۔" وہ متفکر لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔
"میرے پاس ان کی شایان شان کپڑے نہیں تھے اسی لئے شاپنگ کرنے نکل گئی تھی بس کچھ دیر ہوگئی۔" وہ خود پر کوئی اعتراض نہیں لینا چاہتی تھی۔
"عبدل بہت غصے میں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ تم جان بوجھ کر گھر سے نکلی ہو۔ اب آئے تو آرام سے بات کرنا۔ تمہیں اس کے غصے کا اندازہ تو ہے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔
"وہ کب غصے میں نہیں ہوتا..... اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے دوسروں کو ہی لتاڑنے پر تلا رہتا ہے۔ خود تو تین دن بعد گھر آیا ہے' یہ تک نہیں بتایا کہ گیا کہاں تھا۔ اب مجھ پر غصہ آرہا ہے' ہاں جان بوجھ کر میں گئی تھی۔ بہت برداشت کرلیا اس کی حاکمیت کو اب نہیں کروں گی۔ آئے تو بتا دیجئے گا۔"
"غصہ تو اصل میں اسی بات کا تھا' جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ کوئی بھی پروا نہ کی کہ بڑی امی یا بھابی کیا کہیں گی۔ عبدالباری کے روم میں جانے کے بجائے میرے کمرے میں آگئی جو کبھی شادی سے پہلے اس کا استعمال میں تھا۔
"بی حضوری کرکے نواب زادے کو سر چڑھایا ہوا ہے۔ پہلے ہی کنٹرول کیا ہوتا تو یہ دن تو نہ دیکھنے پڑتے۔" الٹا سیدھا سوچتے اس نے تمام شاپنگ بیگز بیڈ پر اچھال دیئے۔ بھوک بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی' بالکل نظر انداز کئے وضو کرکے جائے نماز پر کھڑی ہوگئی۔
صبح نو بجے کے قریب وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔ بھوک سے برا حال تھا' کچن میں آکر اپنے لئے کھانا نکالا تھا۔ بھابی اس کے انداز دیکھ کر خاموش رہیں۔ وہ خاموشی سے ناشتہ کرتی رہی۔
"بہت دیر تک آج تم سوتی رہی ہو..... عبدل کتنی مرتبہ تمہارا پوچھ چکا ہے۔" وہ چائے پی رہی تھی جب بھابی نے اطلاع دی تھی۔ وہ چونک گئی۔
"وہ آفس نہیں گیا ابھی تک....." وہ دل ہی دل میں سوچ کر رہ گئی۔
"جب اوکھلی میں سر دیا تو پھر موصل سے کیا ڈرنا۔" آخری گھونٹ حلق میں اتار کر وہ کمرے میں چلی آئی۔ عبدل کی دروازے کی طرف پشت تھی' وہ فون پر کسی سے مخاطب تھا۔
"نہیں بتاتا تو تم زبان کاٹ دو اس کی..... چمڑی ادھیڑ دو' اس کے فرشتے بھی بتائیں گے۔ مجھے ہر حال میں اس کی زبان کھلی چاہئے..... چند گھنٹوں کے اندر اندر' ورنہ میں تم لوگوں کے ہاتھ سلامت رہنے کی گارنٹی نہیں دوں گا۔ انڈر اسٹینڈ!"
اتنا وحشیانہ لب و لہجہ تھا' دوٹوک انداز میں ایک خاص تحکم لپٹا ہوا تھا۔ وہ لرز کر رہ گئی۔ اس کا یہ نیا روپ اس کے سامنے تھا۔ فون بند کرکے وہ پلٹا تھا۔ اسے کمرے میں دیکھ کر رک گیا۔
"اوہ..... تو آگئیں رابیل صاحبہ!" وہ اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔ "کہیے کیسی گزری رات....." وہ خاموش رہی۔ "کل جب میں نے کہہ دیا تھا کہ تم مجھے ہر حال میں تیار ملو تو پھر گھر سے کیوں نکلیں....." دیکھنے کا انداز بھی نہایت سفاک و وحشیانہ تھا۔

"بس میرا دل نہیں چاہتا تمہارے ساتھ کہیں بھی جانے کو۔" اس نے سادہ لہجے میں پراعتماد انداز میں کہا تھا۔ عبدل کا جی چاہا کہ کھینچ کر اسے طمانچہ رسید کردے۔

"تم یہ بکواس اس وقت بھی کرسکتی تھیں جب میں نے فون پر اطلاع دی تھی۔" یہ پوچھتے ہوئے اس کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا جب کہ وہ اسے کسی بھی خاطر میں نہیں لا رہی تھی۔

"ہاں دے سکتی تھی اگر یہ یقین ہوتا کہ تم میرے انکار کو مان جاؤ گے جب کہ اس کے برعکس تم یہ کرتے کہ رات کو لے جانے کے بجائے تم مجھے ضد اور انتقام میں آ کر اسی وقت اسکول سے لے جاتے..... اور میں تمہارے ساتھ کہیں بھی نہیں جانا چاہتی تھی۔"

"رابیل! تم..... تم' کیا چیز ہو تم۔ کیا سمجھتی ہو خود کو۔" وہ اس وقت عبدالباری کے غصے سے ذرا بھی مرعوب دکھائی نہیں دے رہی تھی اور اس وقت اسے یہی بات سب سے زیادہ چبھ رہی تھی۔ اس نے رابیل کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔ "میرے سامنے بڑے بڑوں کی زبانیں بند ہوجاتی ہیں اور تم ہو کہ....."

رابیل کو لگا اس کے کندھے عبدالباری کے ہاتھوں سے کٹ جائیں گے۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں تمہاری زرخرید نہیں ہوں..... بیوی سمجھتے ہو تو بیوی کی طرح رکھو۔ طوائف یا بازاری عورت نہیں ہوں جو تمہارے یا تمہارے دوستوں کے دل بہلانے کا سامان کروں۔ میری اپنی بھی ایک ذات ہے' پسند اور ناپسند کے معیار ہیں جو تمہاری سرگرمیاں اور حرکتیں ہیں ویسے ہی انداز تمہارے دوستوں نے بھی اپنا رکھے ہوں گے۔ جب تمہیں برداشت کرنا میرے لئے ناممکن ہے تو پھر اور لوگوں کو کیوں کروں..... یہ بات میری بجائے تمہیں سمجھنی چاہئے تھی۔" وہ اس کے ہاتھوں کو جھٹکتے کئی قدم دور ہٹتے بے خوفی سے کہہ گئی۔

"رابیل! تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو....." عبدالباری کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بے خوفی اور نڈر انداز میں چلتی رابیل کی زبان کو ایک لمحے میں کاٹ دے۔ کب عادت تھی اسے ایسے لہجے سننے کی اور اوپر سے رابیل کی باتیں..... اس رات بھی اس کی زبان نے اسے آؤٹ کردیا تھا' اس وقت تو اور بھی بُرا حال ہو رہا تھا۔

"بس رابیل بیگم..... اب کسی بھول میں مت رہو۔ بہت ڈھیل دی ہے میں نے تمہیں۔ اس گھر میں تمہیں لے کر رہنے پر راضی صرف اس لئے ہوا تھا کہ مجھے امی کی محبت مار گئی تھی لیکن اب تمہیں اس گھر میں رکھنا بہت بڑی غلطی ہوگی اور مجھے غلطیاں کرنے کی عادت نہیں..... کہنے کے بجائے عمل کرتا ہوں۔ سمیٹ لو اپنی چیزیں اور چلو یہاں سے....."

عبدالباری نے رابیل کا بازو تھام کر الماری کی طرف دھکیلا تھا۔ وہ دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے بمشکل بچا سکی تھی۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی..... تم مجھے کہیں نہیں لے جاسکتے۔" پہلی دفعہ اس وقت اس کا لہجہ لڑکھڑایا تھا۔

"اچھا....." عبدالباری چند ثانیے تک دیکھتا رہا تھا۔ عبدالباری کے تیور ان لمحوں میں رابیل کو ناقابل فہم لگے تھے۔

"ٹھیک ہے۔ تم کوئی چیز نہیں لینا چاہتی تو نہ سہی..... یوں ہی سہی..... چلو آؤ....." اس نے اس کی کلائی تھام لی تھی۔

"اب نہیں باری! اس دفعہ نہیں..... چھوڑو مجھے....." اس نے اپنا بازو چھڑانے کی سخت کوشش کی

تھی مگر بری طرح ناکامی ہوئی تھی۔ مقابل کی گرفت فولاد کی مانند سخت تھی۔ وہ اسے لے کر باہر نکل آیا تھا۔

"باری.....! پلیز..... زبردستی نہیں کرو....." وہ پوری جان سے چیخی تھی۔ راستے میں بھابی مل گئیں۔ اس وقت امی اور بابا اسکول میں تھے اور فرقان بھائی آفس میں۔

"کہاں لے جارہے ہو عبدل تم رابیل کو؟" رابیل کو روتے' چیختے اور عبدل کو اسے کھینچ کر لے جاتے دیکھ کر بھابی ایک دم شاکڈ سی آگے بڑھی تھیں۔

"ہٹ جایئے بھابی آپ سامنے سے..... یہ سمجھتی ہے میں بہت گھٹیا ہوں..... اس گھر کی چاردیواری کے علاوہ یہ میرے ساتھ کہیں بھی محفوظ نہیں..... اور اب میں اسے دکھانا چاہتا ہوں کہ میں کس قدر گھٹیا ہوں..... اور کس حد تک گر سکتا ہوں۔" عبدالباری کا انداز کسی بھی احساس و رحم سے عاری سفاک و زہر خند تھا' بھابی کچھ بھی نہ سمجھ سکیں۔ رابیل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"معاملہ کیا ہے.....؟" انہوں نے مداخلت کی تھی۔

"بہت شوق ہے اسے خود کو طوائف اور بازاری عورت بنوانے کا' اسے اس کی اوقات اور اپنی زندگی میں کیا مقام ہے' بتانے لے جارہا ہوں..... امی آئیں تو بتا دیجئے گا میں اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا ہوں....." ایک زہر بھری نظر رابیل پر ڈال کر وہ پھر اس کی کلائی کھینچتا اپنے ساتھ گھسیٹتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"عبدل..... بات سنو' پلیز..... رکو....." بھابی پیچھے آوازیں دیتی رہ گئی تھیں مگر اس نے کان نہیں دھرا تھا۔ اسے گاڑی میں دھکیل کر زن سے گیٹ سے گاڑی نکال کر لے گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

کتنے دنوں سے رابیل کی طبیعت خاصی خراب تھی۔ کچھ بخار تھا' زکام نے الگ حالت خراب کر رکھی تھی اور اوپر سے وقت بے وقت کے چکر..... یہاں آ کر وہ صرف بیمار ہو کر رہ گئی تھی۔ عبدالباری نہ صرف اسے یہاں لے کر آیا تھا بلکہ باہر کی دنیا سے جیسے ہر طرح کا تعلق ہی ختم کر دیا تھا۔ قید' بیماری' اذیت' تنہائی کی سزا کیا ہوتی ہے وہ اب سمجھ سکی تھی۔ عبدالباری کو اس کی دن بدن بگڑتی حالت کا ذرا احساس نہیں تھا۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اندھا بن جاتا تھا۔ کتنی دفعہ اس کی موجودگی میں وہ چکرا گئی تھی مگر مجال ہے جو پتھر پگھلا ہو۔ گھر سے امی' بابا' فرقان بھائی' بھابی وغیرہ سب ہی کتنی دفعہ آ چکے تھے' ہر ایک نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی تھی کہ معاملے کو سلجھا سکیں لیکن عبدالباری ان کی بات کیا سنتا بلکہ اس نے تو ان کو رابیل سے بھی ملنے نہیں دیا تھا۔ وہ ایک قیدی بن کر رہ گئی تھی۔ وہ اپنے سارے افسرانہ حربے شاید اسی پر آزمانا چاہتا تھا۔

عبدالباری کے کچھ دوست آئے ہوئے تھے' وہ ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں تھا۔

"پہلی دفعہ تم یہاں نہیں تھے اور کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی۔ تمہارے محکمے نے بہت تنگ کیا ہوا ہے' ہر چوکی پر روک کر تفتیش شروع کر دیتے ہیں۔ اس دفعہ ذرا خود دیکھو کون لوگ ہیں وہ..... باس کا بھی یہی حکم ہے۔" تنویر کہہ رہا تھا' اس نے ایک نظر اس پر ڈالی اور بریف کیس پر جو کہ نوٹوں سے بھرا میز پر رکھا تھا۔

"ٹھیک ہے..... تم باس سے کہہ دینا کام ہو جائے گا' میں خود جانچ پڑتال کر لوں گا۔ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔" بریف کیس بند کر کے باری نے ایک

طرف رکھ دیا تھا۔ تنویر مسکرا دیا۔

"مجھے یقین تھا تم انکار نہیں کرو گے۔ یہ تو صرف ایڈوانس ہے باقی رقم کام ہونے کے بعد ہوگی۔ جو چاہو گے ملے گا۔ تم تو یاروں کے یار ہو..... باس بڑی تعریفیں کرتا ہے تمہاری۔ بڑا مقام ہے تمہارا۔"

عبدالباری کے چہرے پر صرف ایک پل کو مسکراہٹ آئی تھی پھر معدوم ہوگئی۔ رابیل جو ادھر یوں ہی آ نکلی تھی، دروازے پر ہی ٹھٹک گئی۔ یہ چہرے اس کے لئے بالکل اجنبی تھے، فیصلہ نہ کر پائی کہ کیا کرے، اندر جائے یا نہیں۔

"عبدالباری! سنا ہے یار شادی کرلی ہے تم نے۔ بڑے بے مروت نکلے، ولیمے کے لڈو تک نہ کھلائے۔ ایک راز کی بات ہے، سنا ہے لڑکی بڑی اعلیٰ نسل کی چنی ہے تم نے، ایک دفعہ ماجد نے ذکر کیا تھا کہ تم خوار ہو رہے ہو کسی کے لئے مگر یقین نہیں آیا تھا، تم اس ٹائپ کے ہو بھی نہیں..... کہیں یہ وہی لڑکی تو نہیں....." جبار پوچھ رہا تھا جو تنویر کے ساتھ ہی آیا تھا۔ عبدالباری کے ماتھے پر اس کے ذکر سے کچھ بل ابھرے تھے مگر واضح نہ ہوسکے۔

"ہوں....." وہ صرف ہنکارا بھر سکا تھا۔

"تمہارے وکیل سے پچھلے دنوں مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ اسی نے انکشاف کیا تھا، نکاح کے کاغذات پہلے بنوائے تھے اور شادی بعد میں کی تھی..... ویسے بڑے تیز نکلے تم تو۔ بڑے پائے کا عشق کیا ہے تم نے۔ ہم تو تمہیں خشک مزاج ہی سمجھتے رہے۔ جہاں کہیں کسی لڑکی کا ذکر آیا تم یوں پہلو بچا کر نکلے کہ کبھی جانتے ہی نہ ہو اس جماعت کو اور اب..... سچ کہوں تمہاری اس عشق والی شادی نے بڑا حیران کیا ہے۔" جبار نے مزید کہا تھا، اب کے عبدالباری کی پیشانی کی لکیریں بہت واضح تھیں۔

"ویسے یار! دیدار تو کرواؤ، دیکھیں تو سہی کون ہے وہ حور شمائل..... جس نے ہمارے یار کے دل کو فتح کرلیا ہے۔ یوں ہوش اڑائے ہیں کہ اب اسے یاروں کی بھی یاد نہیں آتی..... اگر کبھی فون کریں تو ریسیو نہیں کرتے....."

رابیل کو اس شخص کی باتیں ناقابل برداشت لگ رہی تھیں۔ صرف اور صرف عبدالباری کا ردعمل دیکھنا چاہتی تھی۔

"یار عبدالباری! بلواؤ تو سہی..... سنا ہے اسی گھر میں رکھا ہوا ہے تم نے اسے بھی۔ بڑی خوب صورت ہے وہ اور تو اور وہ تمہارے....."

"بس....." عبدالباری جو اتنی دیر سے خاموش تھا ایک دم صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھ اٹھا کر جبار کو روک دیا تھا۔ وہ کچھ مزید بکواس کر رہا تھا مگر عبدالباری کی چنگھاڑ پر الفاظ حلق میں ہی اٹک گئے تھے۔

"میں اتنی دیر سے اگر تمہاری بکواس سن رہا ہوں تو صرف اس لئے کہ مجھے پچھلی دوستی کا لحاظ ہے ورنہ میری بیوی کے متعلق ایک بھی بات کہنے والے کی اس وقت یہاں لاش تڑپ رہی ہوتی۔" عبدالباری نے آگے بڑھ کر جبار کا گریبان پکڑ لیا تھا جب کہ وہ وہیں ہونٹوں پر ہاتھ رکھے ہکا بکا رہ گئی۔ باری کا ردعمل اس کی توقع کے برعکس تھا۔

"وہ قانونی و شرعی طور پر میری بیوی ہے۔ میں نے اسے جیسے بھی حاصل کیا وہ تمہارا نہیں میرا مسئلہ ہے۔ آئندہ میرے سامنے آتے ہوئے سو مرتبہ سوچنا....." لہجے میں سفاکی ہی سفاکی تھی۔ جبار ہراساں ہوگیا تھا۔ عبدالباری کا ردعمل بہت شدید اور غیر متوقع تھا۔

"یار کیا کرتے ہو..... ناسمجھ ہے یوں ہی کہہ گیا ہے..... اب چھوڑ بھی۔" صورت حال خراب ہوتے

دیکھ کر اس کا دوست تنویر آگے بڑھا تھا۔

"تو پھر لے جاؤ اسے' آئندہ یہ مجھے نظر نہ آئے۔ سمجھا لینا اسے اگر اس نے میرے متعلق کوئی الٹی سیدھی بکواس کی نا تو زندہ رہنے کی گارنٹی نہیں دوں گا۔" اسے جھنجوڑ کر پیچھے دھکیل دیا تھا۔ وہ صوفے پر جا گرا تھا۔ عبدالباری کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ رابیل کو لگا وہ کسی بھی لمحے ان لوگوں پر گولی چلا دے گا' وہ اتنا ہی وحشی تھا۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اسے حقیقتاً عبدالباری سے بہت خوف محسوس ہوا تھا۔

"تم کول ڈاؤن رہو..... آئندہ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہ تمہیں نظر نہیں آئے گا۔" تنویر اس کے تیور دیکھ کر اسے بہلا رہا تھا۔

"تم جاؤ یہاں سے اور اسے بھی لے جاؤ۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا تھا اور رخ بھی بدل گیا تھا۔ تنویر' جبار کو لے کر باہر نکل گیا تھا۔

وہ کمرے میں ابھی بھی اسی طرح ساکت سی بیٹھی ہوئی تھی' پاؤں نیچے لٹک رہے تھے دونوں ہاتھ گود میں تھے۔ وہ اضطراری انداز میں کبھی ہونٹ کاٹنے لگتی تو کبھی انگلیاں مروڑنے لگتی۔ وہ مسلسل باری کے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔ وہ جیسا بھی تھا' وہ جو بھی کرتا رہا تھا' اس کا جو بھی رویہ تھا' جو بھی عادات و اطوار اور سرگرمیاں تھیں ان سب کے برعکس اس نے آج جو بھی دیکھا اور سنا تھا وہ قطعی مختلف تھا۔ دل اس حقیقت پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ عبدالباری کے دل میں اس کا تھوڑا بہت احترام موجود ہے۔ وہ تو سوچے بیٹھی تھی کہ یہ شخص ہر جذبے' ہر احساس سے عاری ہو چکا ہے مگر اب.....

آنسو آہستہ آہستہ اس کے رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی' خاص طور پر عبدالباری کے لئے تو کبھی بھی نہیں مگر اب اسے اپنے اوپر اختیار نہیں رہا تھا۔ کچھ دیر قبل دیکھا جانے والا واقعہ پوری جزئیات کے ساتھ اس کے دل و دماغ پر اپنے نقش چھوڑ گیا تھا۔

عبدالباری کمرے میں داخل ہوا تو ایک دم نظر ٹھٹکی' وہ بے حس و حرکت دونوں پاؤں نیچے لٹکائے دونوں ہاتھ گود میں رکھے بستر پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔

"کیا ہوا.....؟ اب کون مر گیا ہے جس کا سوگ منا رہی ہو۔" وہ اس کے قریب آیا تھا۔ الفاظ تھے کہ پتھر' رابیل کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

"اگر ماں باپ کا سوگ منا رہی ہو تو جتنا عرصہ انہیں مرے ہوئے ہوا ہے اس میں انسان خود بخود سنبھل جاتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے زخموں کو کرید رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی۔ نہ جانے کون کون سے دکھ یاد دلا رہے تھے۔ عبدالباری دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک کر دوزانو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ شدت سے رو رہی تھی۔ پورا وجود ہل رہا تھا' جب عبدالباری نے اس کے چہرے سے ہٹا کر دونوں ہاتھوں کو اپنے فولادی ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

"اگر اس بات کا سوگ منا رہی ہو کہ میں مر کیوں نہیں رہا تو میری جان! تم صرف اپنی جان کو نقصان میں ڈال رہی ہو۔ میں اتنی جلدی اور آسانی سے نہیں مروں گا..... ابھی تو مجھے اپنا بہت سارا گھٹیا پن اور کالے کرتوت تمہیں دکھانے ہیں..... ابھی سے کمزور پڑنے لگی ہو۔ ابھی دیکھا ہی کیا ہے تم نے۔ شاباش..... سوگ منانا بند کرو' کچھ آنسو سنبھال کر رکھو شاید دنیا کو دکھانے کے لئے ہی سہی میری میت پر بہانے پڑ جائیں....." رابیل کے ہاتھوں کو ہونٹوں سے چھوتے ہوئے دلکش انداز میں یوں ہی تھامے چہرہ اوپر کرتے وہ مسکرا رہا تھا۔ موت اس کے لئے

سرف ایک مذاق تھی' وہ اور ٹوٹ ٹوٹ کر روئی تھی۔ اس وقت وہ اپنی کیفیت خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ دل پر اختیار سا اٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ مزید ستم یہ تھا کہ وہ بالکل سامنے بیٹھا کتنے قریب تھا۔ عبدالباری کی سانسوں کی گرماہٹ' ہاتھوں کی حدت اور لمس اس کے وجود کو پگھلائے دے رہا تھا۔ عجیب بے قراری نے آلیا تھا۔

"بند کرو یہ تماشا..... میں ان آنسوؤں سے پگھلنے والا نہیں ہوں۔ اگر تم یہ سوچنے بیٹھی ہو کہ میں تمہارے ڈرامے سے متاثر ہو کر تمہیں واپس اسی گھر میں لے جاؤں گا تو یہ تمہاری سخت بھول ہے۔ عبدالباری ابھی اتنا کمزور نہیں ہوا کہ پانی کے ان قطروں میں بہہ جائے..... کنٹرول کرو خود پر۔" درشتی سے اسے ڈانٹتے اس نے اسے کندھوں سے جکڑتے جھنجوڑ ڈالا تھا۔ پھر اسے پیچھے دھکیل کر اٹھ کر وارڈروب کی طرف بڑھا۔

"کیا پکایا ہے تم نے؟" کپڑے نکالنے کے بعد وہ کھانے کی بابت پوچھ رہا تھا۔

وہ بمشکل سر اٹھا پائی تھی۔ آنکھیں قاتل رنگ ہو رہی تھیں اوپر سے بہتے آنسو کسی قیامت سے کم نہ تھے۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔ کتنی کمزور لگ رہی تھی وہ اس وقت۔ آنکھوں کے گہرے نین کٹورے مقابل کو چاروں شانے چت کر دینے کو کافی تھے۔ دل کو ہاتھ ہوا تھا شاید..... سخت خول چٹخا تھا شاید..... وہ جھنجلا کر آگے بڑھا تھا۔ لباس بستر پر پھینک کر وحشیانہ انداز میں اس کا بازو تھام کر مقابل کھڑا کیا تھا۔

"کہا ہے نا..... بند کرو یہ ناٹک..... ابھی زندہ ہوں' جب مر جاؤں تو تب جتنا چاہے جی بھر کر رو لینا رابیل جانم! ابھی تمہارا ہنسنا اور رونا صرف اور صرف میری مرضی سے ہوگا..... سمجھیں تم....." وہ اس پر حلق کے بل چیخا تھا۔

"باری..... میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے..... مجھے اپنے جسم سے اپنی روح نکلتی لگ رہی ہے۔ پلیز..... باری.....!" وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر اور شدت سے ضبط کھو بیٹھی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے خود آگے بڑھ کر باری کی قربت اختیار کی تھی' وہ بھی اس حالت میں جب کہ جسم بخار سے پھنک رہا تھا۔

باری ان لمحوں میں کچھ بھی تو نہیں سمجھ پا رہا تھا اور نہ ہی سمجھنا چاہتا تھا بس کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینا چاہتا تھا۔ رابیل کی یہ دیوانگی اس کی قربت اور خود سپردگی کا یہ انداز بالکل نیا تھا۔ بہت کچھ کہتا ہوا تھا۔ رابیل کے نرم و نازک وجود کی مہک اتنی دلکش و سحر طاری کرنے والی تھی کہ وہ اپنے اندر کے اشتعال اور غصے کو دباتے ہوئے اس کے گرد حصار کھینچ بیٹھا تھا۔ رابیل کا وجود کتنا گرم تھا' ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے آگ دہک رہی ہو۔

"باری پلیز! مجھے کھلی ہوا میں جانے دو..... باری! دیکھو..... ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔" اس کی شرٹ کو دونوں ہاتھوں سے دبوچے وہ اپنے اختیار میں بھی نہیں لگ رہی تھی۔ آنسوؤں کی نمی عبدالباری کے سینے میں ایک ٹھنڈک سی اتارتی جا رہی تھی حتیٰ کہ لمحوں میں اس کا موڈ کافی بحال ہوا تھا' یکسر بدلا تھا۔

"ہوں..... تم اپنا حلیہ درست کرو پھر چلتے ہیں باہر۔" وہ جب سے اسے لے کر یہاں آیا تھا پہلی بات نرمی سے کی تھی۔ اس نے بہت نرمی سے اسے خود سے جدا کیا تھا۔

رابیل خود بھی اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔ یہ صرف آج کا واقعہ دیکھ کر نہیں ہوا تھا' کتنے دنوں سے یہی حالت ہو رہی تھی۔ کئی بار وہ یوں ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بلاوجہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ جاتی

تھی۔ شاید آج کل بخار اور زکام رہنے لگا تھا اسی وجہ سے حوصلہ کم پڑتا جارہا تھا اوپر سے اس پر جان چھڑکنے والے پیارے بھی اس سے دور تھے۔ عبدالباری کا سرد رویہ الگ اس کی روح کو گھائل کئے دے رہا تھا۔ آج وہ کتنے دنوں بعد یوں ٹوٹ کر مہربان ہوا تھا۔ دل کو ایک سکون سا ہوا تھا۔

عبدالباری، رابیل کو لے کر پہلے شاپنگ سینٹر گیا تھا وہاں سے چھوٹی موٹی چیزیں لی تھیں پھر وہ اسے لئے ریسٹورنٹ میں آ گیا۔

"کیا لوگی.....؟" مینو دیکھتے ہوئے اس نے چپ چپ سی افسردہ رابیل سے پوچھا۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ عبدالباری خود ہی مینو لکھوانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کھانا سرو کر دیا گیا تھا۔

عبدالباری روسٹ پر طبع آزمائی کر رہا تھا جب کہ رابیل تھوڑی سی بریانی پلیٹ میں ڈالے کھا رہی تھی۔ ابھی اس نے چند لقمے ہی لئے تھے جب اسے زبردست ابکائی آئی تھی۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے ایک دم اٹھی تھی۔

"کیا ہوا.....؟" اسے تیر کی طرح اٹھتے دیکھ کر عبدالباری حیران ہوا تھا۔ وہ جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اردگرد نظر دوڑائی کچھ سمجھ نہ آئی کہ کیا کرے جب کہ اب اسے منہ بھر کر قے آئی تھی۔ وہ ہاتھ منہ پر رکھنے کے باوجود خود کو سنبھال نہ سکی فوراً زمین پر گر سی گئی تھی۔ باری ایک دم اٹھا تھا' اردگرد کی ٹیبلز پر موجود افراد اور ہوٹل کی سروس بھی متوجہ ہوگئی تھی۔

"کیا ہوا ہے..... کچھ تو بتاؤ....." رابیل کا وومٹنگ سے برا حال تھا جب عبدالباری نے اسے کندھوں سے تھام کر سہارا دیا تھا۔

"باری.....!" رابیل نے اس کی شرٹ دبوچی تھی جب کہ گرفت انتہائی سخت تھی کہ حد نہیں۔ وہ سخت متوحش ہوا۔

"رابیل.....!"

"باری....." وہ حواس کھو چکی تھی شاید تکلیف ناقابل برداشت تھی۔

"رابیل....." وہ دیوانوں کی طرح اس پر جھکتے چیخا تھا وہ ہوش میں کہاں تھی جو جواب دیتی۔ وہ پاگلوں کی طرح اسے جھنجوڑنے لگا۔

"فوڈ پوائزنگ....." اس کے ذہن میں سب سے پہلے یہی بات آئی تھی۔

"رابیل اٹھو..... آنکھیں کھولو..... رابیل....." اس کی نبض کو دیکھتے اس کو اپنا بھی کچھ ہوش نہیں تھا' ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے جسم سے جان نکل رہی ہو۔

وہ اسے کسی قیمتی متاع کی طرح فوراً بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے باہر بھاگا تھا جب کہ رہ رہ کر یہی خیال آ رہا تھا کہ ہوٹل کے کھانے میں ضرور کچھ غلط ہوگا۔

اسپتال کے کوریڈور میں سخت بے چینی و بے قراری سے ٹہلتے ہوئے بہت فکرمند تھا۔ ویسے تو ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد تسلی دی تھی مگر اسے سکون نہیں آ رہا تھا۔ رابیل کو کسی اور روم میں لے جایا گیا تھا اور ابھی تک وہ روم میں ہی تھی۔ نہ جانے وہ حواس میں تھی یا نہیں' وہ یکسر لاعلم تھا۔ وہ لیفٹ اینڈ رائٹ کرتے پلٹا تھا جب کمرے سے اس کا بلاوہ آ گیا تھا۔ وہ فوراً اندر داخل ہوا تھا' رابیل بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں بند تھیں' ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ ابھی بھی حواس میں نہیں تھی جب کہ ایک فیمیل ڈاکٹر اپنی ٹیبل پر موجود تھی۔

"ڈاکٹر! خیریت؟" وہ صرف اتنا ہی پوچھ سکا تھا۔ ڈاکٹر کے ہونٹوں پر ایک رسمی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"یس..... آپ اتنے پریشان کیوں ہیں..... شی از آل رائٹ۔" اسے کچھ سکون ملا تھا' ایک گہری سانس لی تھی۔ "لگتا ہے بہت محبت کرتے ہیں اپنی بیوی سے آپ۔" ڈاکٹر کے ہونٹوں پر اگرچہ پیشہ ورانہ مسکراہٹ تھی مگر انداز چھیڑنے والا تھا۔ وہ ہنس دیا۔ نظر بلاارادہ اس پر ٹھہر گئی' جو بے خبر تھی۔ اسے آج تک یہ نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ اسے رابیل کی اتنی چاہ و طلب کیوں ہے۔ دل بس اسے دیکھ کر اتنا پرسکون کیوں ہوجاتا ہے۔ محبت جیسی لغویات پر اسے کبھی یقین نہیں تھا بس ہمیشہ دل کو یہی باور کرایا تھا کہ وہ اس کی ضد ہے۔ محبت کی کتنی اہمیت ہوتی ہے؟ اس حقیقت کا اندازہ اسے اس وقت ہوا تھا جب ولیمے کی رات رابیل نے محبت کی بات کی تھی۔ الفاظ اگرچہ جھکے چھپے تھے مگر مفہوم واضح تھا اور اب جو ڈاکٹر کہہ رہی تھیں وہ حیران کن تھا۔

"کیا ہوا انہیں..... ان کی طبیعت اتنی خراب کیوں ہوئی..... کہیں کوئی فوڈ پوائزنگ کا مسئلہ تو نہیں؟"

"نہیں..... شی از پریگنٹ۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

وہ منہ کھولے ہکا بکا رہ گیا۔ اس پوائنٹ تک تو اس کی رسائی ہی نہیں ہوئی تھی۔

"کیا....." وہ کئی ثانیے تک حرکت بھی نہ کرسکا۔

"دوبارہ کہیے آپ کی بات کا کیا مطلب ہے.....؟"

وہ بے یقین تھا۔ وہ کیا سمجھا تھا اور معاملہ کیا نکلا تھا ورنہ وہ تو ہوٹل کی انتظامیہ کی درگت بنانے کا سوچ رہا تھا۔ اور یہاں.....

"آپ اتنے شاکڈ کیوں ہورہے ہیں..... آئی ایم رائٹ..... شی از ریئلی پریگنٹ۔ یوں سمجھیے کہ آپ باپ بننے والے ہیں۔"

عبدالباری نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ ان لمحوں میں نہ جانے کیا ہوا تھا' کیفیت یکسر بدل رہی تھی۔ انکشاف اگرچہ حیران کن تھا مگر بے پناہ خوش کن تھا۔ فرطِ انبساط سے وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھ گیا۔

"پہلا کیس ہے ان کا اسی لئے آپ کی وائف بہت ڈیک ہورہی ہیں۔ فرسٹ ٹائم ہوجاتا ہے ایسے۔ چند ماہ تک یہ کنڈیشن رہے گی پھر ٹھیک ہوجائیں گی۔ کمزوری سے یہ بے ہوش ہوگئی ہیں' ڈرپ لگادی ہے۔ اس وقت یہ ٹرینکولائزر کے زیراثر پرسکون ہیں۔ ان کا بی پی بہت لو ہورہا تھا اور بخار بھی کافی زیادہ تھا۔ تین' چار گھنٹے بعد ڈرپ اتار دی جائے گی' کچھ میڈیسن ہیں' منگوالیں..... ان کی صحت کا بہت خیال رکھیں۔ ٹینشن وغیرہ سے تو بالکل دور رکھیں۔ کوشش کریں یہ خوش رہا کریں..... صبح تک فارغ ہوجائیں گی پھر آپ انہیں گھر لے جایئے گا۔"

مطلوبہ میڈیسن والا پرچا اسے تھما کر مزید ہدایات جاری کیں اور پھر کمرے سے رخصت ہوگئیں۔ وہ بستر کی طرف آ گیا۔

ایک گھنٹہ پہلے وہ کافی تکلیف میں تھی اور اب کیسی پرسکون نیند سو رہی تھی۔

"رابیل....." اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ کرسی کھینچ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا جب کہ رات کافی گہری ہوگئی تھی۔

❁.....❁.....❁

وہ اسے لے کر گھر آ گیا تھا' امی بابا کے پاس۔ دن پر لگا کر گزرنے لگے تھے' سب کچھ جیسے ایک دم ٹھیک ہوگیا تھا۔ عبدالباری' اس کا رویہ' انداز و اطوار' سب کچھ یکسر بدل گیا تھا۔ سب ہی اس کی اس کایا پلٹ پر بہت خوش تھے' بے پناہ خیال رکھنے لگے تھے۔ رابیل کے لئے یہ سب کچھ حیران کن تھا مگر کبھی

کبھار وہ الجھن کا شکار ہو جاتی تھی۔ کوئی طنز' کڑوی کسیلی بات' کوئی زور زبردستی' کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ وہ اس کے رویوں کی عادی ہو چکی تھی' اب یہ انداز ہضم نہیں ہو رہے تھے۔ وہ بہت حلیم و مہربان سا انسان بن گیا تھا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں دو ماہ پر لگا کر گزر گئے تھے۔

آج رات وہ کتنے دنوں بعد گھر لوٹا تھا' جہاں وہ یکسر بدلا تھا اس کی یہ عادت نہیں بدلی تھی بغیر کچھ بتائے غائب ہو جانے والی۔ رات کے اس پہر سب ہی اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے۔ رابیل کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی' جب اس کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے میں داخل ہوا تھا' اسے جاگتے ہوئے دیکھ کر چونکا تھا۔

"تم سوئی نہیں....." گھڑی دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ وہ بستر کی طرف آ گیا۔ وہ جب بھی گھر لوٹتا تھا کافی گرم جوشی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ آج کچھ بھی نہ تھا۔ رابیل جو عادی ہو چکی تھی' کچھ حیران ہوئی تھی۔ جواباً صرف سر ہلا دیا جب کہ دل چاہ رہا تھا کہ کچھ بھی خیال کئے بغیر اس سے الجھ پڑے۔ وہ اتنے دنوں سے کہاں تھا؟ کیوں تھا؟ یہ جاننا اس کا حق تھا مگر وہ مصلحتاً خاموش تھی۔ عبدالباری نے بستر کے قریب ہی کھڑے کھڑے ٹوپی' بیلٹ اور اوپری قمیص اتار کر بستر پر پھینکی تھی۔ وہ کافی حد تک ٹینس لگ رہا تھا۔ چہرے پر جامد تاثرات رقم تھے۔ وہ کچھ بھی نتیجہ اخذ نہ کر سکی۔ شرٹ اتارنے کے بعد وہ وارڈروب سے لباس نکالنے لگا تھا۔

"کھانا کھائیں گے؟" وقت تو کھانے کا نہیں تھا مگر پوچھ گئی۔

"نہیں' میں کھا آیا ہوں..... تم سو جاؤ۔ آرام کرو۔" وہ پرسکون تھا مگر وہ چونک گئی تھی' اتنا ٹھہرا ہوا لہجہ کبھی بھی نہیں' کچھ تشویش سے اسے دیکھا تھا۔ وہ کپڑے لے کر باتھ روم میں چلا گیا تھا۔ اس نے اٹھ کر اس کی ٹوپی' بیلٹ اور شرٹ اتار کر ان کی جگہ پر رکھیں پھر بستر کے کنارے ہی ٹک کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ نہا کر نکلا تھا۔

"تم ابھی تک نہیں سوئیں..... طبیعت خراب ہو جائے گی تمہاری۔" وہ پریشانی سے گویا تھا۔

"پوچھ سکتی ہوں کہ اتنے دن جناب کہاں رہے جب کہ آفس سے بھی چھٹی لی ہوئی تھی۔"

وہ تولیے سے بال رگڑ رہا تھا جب اس نے پوچھا تھا۔ وہ تولیہ صوفے پر پھینک کر بستر پر آ گیا۔

"یہیں تھا اسی شہر میں..... کچھ معاملات تھے۔ دوسرے گھر پر ہی تھا۔"

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ..... کسے بہلا رہے ہیں' مجھے یا خود کو..... آپ اس شہر میں تھے ہی نہیں۔ جب بھی اس گھر میں پتہ کروایا علم ہوا کہ جناب نے کئی دن سے ادھر قدم بھی نہیں رکھا۔ آپ کے آفس اور گھر کے فرقان بھائی کتنے چکر لگا چکے ہیں۔ کتنی مرتبہ آپ کے سیل' ہر جگہ ٹرائی کر چکی ہوں۔"

"تو پھر؟" رابیل کے یوں جرح کرنے پر اس نے کچھ تلخی سے پوچھا تھا۔

"تو پھر یہ کہ میں جاننا چاہتی ہوں آپ کی اصلیت کیا ہے؟ اصل سرگرمیوں کا پس منظر کیا ہے؟ کن لوگوں کے لئے اور کیا کام کرتے ہیں آپ؟" وہ پہلے سے زیادہ بے خوف و نڈر ہو گئی تھی۔ دوٹوک انداز تھا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھا کرو..... ہر وقت ادھر

ادھر ٹانگیں مت اڑایا کرو۔ آئندہ اس گھر سے وہاں کوئی بھی نہیں جائیگا..... بیچ دیا ہے میں نے وہ گھر..... اب میرا وہاں سے کوئی تعلق نہیں..... میں کیا کرتا ہوں اور کیا نہیں' تمہارے لئے یہ جاننا ضروری نہیں..... سکون سے آرام سے اس گھر میں رہو ورنہ پھنسا دوگی مجھے بھی..... اور نہ جانے کیا چاہتی ہو تم.....'' قطعی لہجہ تھا' وہ لب کاٹ گئی۔

''میرے لئے یہ سب جاننا بہت ضروری ہے..... بیوی ہوں..... حق رکھتی ہوں.....'' اگلے ہی پل وہ پھر چوٹ کر گئی تھی۔ عبدالباری کو بے پناہ غصہ آیا۔

''کیا چاہتی ہو تم..... یہ جو میں اتنے دنوں بعد گھر لوٹا ہوں وہ بھی نہ آیا کروں.....'' انداز خونخوار تھا۔ وہ قطعی متاثر نہ ہوئی تھی جب کہ آج وہ کتنے دنوں بعد یہ پرانا مرنے مارنے والا انداز دیکھ رہی تھی۔

''یہاں سب کو ایک فکر ہوتی ہے..... سب مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں کہ کہاں ہوتے ہو تم..... جب کہ میرے فرشتوں کو بھی تمہاری سرگرمیوں کا علم نہیں ہوتا..... پھر میں انہیں کیا جواب دوں۔''

''کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی جو سب فکرمند ہوتے ہیں..... مجھے میرے حال پر چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔''

''کتنے بے حس اور بے ضمیر ہیں آپ باری' ذرا بھی احساس نہیں کسی کا حتیٰ کہ اپنی آنے والی اولاد کا بھی نہیں۔'' اس کی آواز رندھ گئی تھی۔ عبدالباری اب کے کچھ بھی نہ بول سکا۔

''تین دن پہلے بڑے بابا کی طبیعت اچانک سخت خراب ہوگئی تھی سو آپ کا پتہ کروایا تھا۔ آفس سے علم ہوا کہ چھٹی پر ہیں اور باقی جگہوں پر بھی کوئی نام و نشان نہیں تھا..... آپ کی ذات پر صرف تنہا آپ کا حق تو نہیں..... صرف یہ انداز اپنا کر خود اپنی ذات کو ٹارچر تو نہیں کر رہے..... زبردستی ہی سہی کوئی اور بھی آپ کے سفر میں ہم راہ ہے۔ ابھی تو میں تنہا ہوں' کل کو ایک اور وجود آ جائے گا..... پھر کیا کروں گی' کبھی تو دیکھ لیا کریں..... اس پہلو سے بھی سوچ لیا کریں۔'' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ وہ کیا کہنا چاہتی تھی' سمجھانے کے اصل مقصد کے پیچھے کیا کارفرما تھا' وہ بغور دیکھے گیا۔

''جن لوگوں کے لئے آج آپ کام کرتے ہیں..... جن کی خاطر آپ اس وطن کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں' کبھی یہ اندازہ لگایا ہے وہ کون ہیں؟ ان کا دین ایمان کیا ہے؟ روپے کی ہوس اتنی نہیں ہونی چاہئے کہ انسان جائز و ناجائز' حلال و حرام' صحیح اور غلط کا فرق بھی نہ جان پائے۔ جس طرح ہر کلمہ گو مسلمان نہیں' ہر انسان انسان نہیں ہے۔ یہ حقیقت مت بھولیں' ایک نہ ایک دن انسان کو مرنا بھی ہے' دنیا کے بادشاہوں کے سامنے نہیں۔ کل کائنات کے رب کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ اس دن یہ ساتھی' یہ غلط کاریاں' یہ حلقۂ احباب کسی کام نہیں آئیں گے حتیٰ کہ نصیحتیں کرنے والے' رو رو کر دعائیں مانگنے والے' ساری ساری رات آپ کی فکر میں دبلے ہونے والے ماں باپ اور یہ دنیاوی رشتے بھی کام نہیں آئیں گے۔ اگر اس دن کچھ کام آئیں گے تو وہ انسان کے اپنے اعمال ہیں۔ اس دن بتائیں آپ جیسے لوگ کیا کریں گے۔ جب دونوں ہاتھوں سے خالی ہوں گے' ہاتھوں میں گناہوں کی ایک لمبی فہرست کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔'' اتنی سی عمر میں سوچ اس حد تک پختہ و راسخ تھی۔ سمجھانے کا انداز کتنا سحر طاری کرنے والا تھا' وہ کچھ جوش اور کچھ جذبے سے سب کہتی گئی تھی۔ دل نشین لہجہ سماعتوں میں جیسے رس گھولتا گیا تھا۔ وہ جو یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا اس کے

اس طرح سراپا سوال بننے پر مسکرا دیا تھا۔ وہ اور چڑ گئی تھی۔

"پتہ نہیں کیسے بے حس انسان ہیں..... میں ہی پاگل ہوں جو پتھر سے سر پھوڑ رہی ہوں۔" وہ بڑبڑا کر بستر سے اترنے لگی تھی۔ اس نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ اس نے خونخوار ہو کر دیکھا۔

"کیا ہے.....؟" لہجہ اس سے زیادہ خونخوار تھا۔

"جب میں قیامت کے روز دونوں ہاتھوں سے خالی ہوں گا نا تو کہوں گا یہ جو لڑکی ہے یہ میری بیوی ہے..... زبردستی ہی سہی اپنے نکاح میں لیا تھا' اگر میں نے دنیا میں کوئی نیک کام کیا ہے تو وہ یہی ہے۔ بھئی ماں پر ہی بچے جاتے ہیں' ماں جیسی ہوگی اولاد بھی ویسی ہوگی' کل قیامت کے دن تمہارا سر بلند ہوگا۔ نیک صالح بیوی بھی اس کا بڑا انعام ہوتی ہے۔" حد ہے اس پر تو رابیل کے کچھ سمجھانے کا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ ہاتھ کھینچ کر ایک دم موڈ میں آیا تھا۔ آنکھیں شرارت پر آمادہ تھیں۔

"باری پلیز..... میں اب یہ سب برداشت نہیں کروں گی۔ اولاد کی اصل شناخت ماں نہیں ہوتی باپ ہوتا ہے۔ باپ کا کردار اور اعمال اسے تربیت دیتے ہیں۔" عبدالباری کی باتوں سے رابیل کا دماغ بھی بھنا گیا تھا۔ آج اس کا یہ موڈ فیصلہ کن تھا۔

"آج فیصلہ ہوگا..... یا تو اپنی سرگرمیاں ترک کردیں یا پھر مجھے چھوڑ دیں۔ میں آپ جیسے کرپٹ' دھوکے باز' غدار وطن کے ساتھ کبھی زندگی نہیں گزار سکتی..... ساری زندگی رونے سے بہتر ہے آج ہی فیصلہ کرلیں۔" اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ پہلے سے زیادہ اشتعال میں تھی۔ باری مسکرا دیا۔

"رابیل میری جان! یہ ہمیشہ تم کا صیغہ استعمال کرنے والی زبان کو اب کچھ عرصے سے کیا ہوگیا ہے۔ اب مجھے "آپ" کا یہ صیغہ ہضم نہیں ہو رہا..... اتنا ادب' رابیل ڈیئر' اتنا احترام۔ او مائی گاڈ..... پلیز چیک مائی ہارٹ پلیز۔ کہیں فیل ہی نہ ہو جائے۔" وہ اپنے موڈ میں واپس آچکا تھا۔ وہ جو سر کھپا رہی تھی دیکھتی رہ گئی۔ کتنے دنوں کی سنجیدگی و خاموشی کی ردا چھٹ گئی تھی۔ وہ لب کاٹنے لگی۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ چکا تھا۔ رابیل کے ہاتھ کے نیچے عبدالباری کا دل تھا جو خوب صورت لے میں دھڑک رہا تھا۔ وہ نظریں پھیر گئی۔

"چھوڑیں مجھے....." خوامخواہ جھنجلانے لگی جب کہ وہ مخمور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اے رابیل..... آج یہ دل کا مکین کتنے دنوں بعد لوٹا ہے' کچھ نظر کرم نہیں کروگی..... یہ لہجہ' یہ انداز چھوڑو۔ یہ تو زندگی کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔ کچھ ایسا خاص ہو کہ دل و روح سیراب ہو جائے۔" وہ لفظوں کا کھلاڑی پل میں اسے پانی پانی کر گیا تھا۔ اس کے اندر باہر ایک ہلچل سی مچا گیا تھا۔ وہ روہانسی ہوگئی۔

"اللہ ہی آپ جیسے بندوں سے نمٹے....." سارا اعتماد' ساری جرأت عبدل کی ایک نگاہ کی نذر ہوگئی تھی۔ اب تو صرف بے بسی و لاچاری باقی تھی۔

"آئی لو یو..... رئیلی آئی لو....." عبدل کی سرگوشیانہ آواز اس کے کان کے قریب گونجی تھی۔ اس نے آہستگی و نرمی سے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا تھا' جیسے وہ بہت قیمتی شے ہو۔ بلور کی مانند نازک و حساس۔

❁.....❁.....❁

ناشتہ سجا کر کمرے میں لوٹی تو عبدل ابھی بھی بے خبر تھا۔

"باری اٹھیے..... ناشتہ تیار ہے۔" اسے ہلا کر وہ جلدی جلدی کمرے کی چیزیں سمیٹنے لگی۔ وہ اٹھنے کی

بجائے کروٹ بدل کر پھر غافل ہوگیا تھا۔ ڈریسنگ کی چیزیں درست کر کے بیڈ کے قریب آئی تو عبدل کے موبائل کی بپ بجنے لگی۔ ایک نظر گہری نیند میں غرق عبدل پر ڈال کر اس نے موبائل اٹھالیا۔

"توبہ ہے..... سونا ہوتا ہے تو ساری دنیا کی خبر بھول جاتے ہیں۔ اگر ریسیو کرلوں تو پھر جان کو آ جانا ہے۔" عبدل پر کچھ اثر نہ تھا۔ وہ بڑبڑا رہی تھی۔

"عبدالباری اچھا نہیں کیا تم نے ہمارے ساتھ۔" لیس کا بٹن پش کر کے وہ ابھی ہیلو بھی نہ کہہ پائی تھی جب کوئی اجنبی مردانہ آواز سنائی دی تھی۔ وہ لب سی گئی۔

"ہمارے اعتماد ہمارے بھروسے کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے تم نے۔ سب کچھ کرنے کے بعد اب ہم سے تعلق توڑ کر تم سکون سے نہیں جیو گے..... قبر کی تاریکیوں میں نہ پہنچایا تو کہنا۔ زندگی کا گھیرا تنگ کردیں گے ہم تم پر..... پانچ کروڑ بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔ تم نہ سہی اور بکنے والے بہت ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ رقم، گھر، گاڑی اور دوسری آسائشیں واپس کر کے ہم سے کٹ گئے ہو۔ اگر تم ہمیں دھوکہ دے رہے تھے تو اناڑی ہم بھی نہیں تھے۔ ہمارے پاس بھی تمہاری ایک ایک حرکت، ایک ایک ملاقات کی نہ صرف فوٹو گرافس موجود ہیں بلکہ آج تک تم جو بھی ہمارے لئے کرتے رہے ہو الغرض سب کے واضح ثبوت ہیں ہمارے پاس بمعہ ویڈیو کیسٹس۔ ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ نتائج کے ذمہ دار تم ہوگے..... یہ آخری وارننگ تھی اب کوئی رعایت نہیں دوں گا....." وہ ساکت کھڑی تھی موبائل اسی طرح کان سے لگائے جب کہ فون کرنے والا فون بند کر چکا تھا۔

عبدالباری نے کروٹ بدلی، آنکھ کھلی تو بُت بنی رابیل پر ٹھہر گئی۔ موبائل اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ٹھٹکا، کمبل ہٹا کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے..... ایسے کیوں کھڑی ہو..... کس کا فون تھا؟" موبائل اس کے ہاتھ سے جھپٹنے والے انداز میں چھینتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ وہ اسے دیکھنے لگی، پہلے تو عبدالباری نے موبائل کی اسکرین دیکھی وہ آف تھی پھر اسے دیکھا۔

"بتاتی کیوں نہیں، کس کی کال تھی؟" موبائل چیک کرنے سے پہلے اس نے پھر درشتی سے پوچھا۔ وہ پھر بھی چپ رہی جب کہ چہرے کی رنگت سفید ہوچکی تھی۔ وہ مس کالز اور ریسیو کالز چیک کرنے لگا تھا آخری ریسیو کال پر وہ ٹھٹکا۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی وارن کیا تھا کہ میرا سیل ریسیو نہیں کرنا..... میں..... کیا بات ہوئی ہے۔" نمبر دیکھ کر وہ آپے سے باہر ہوگیا تھا۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹی۔ کال کرنے والے کی گفتگو خاص طور پر دھمکی آمیز انداز اسے اپنے زیر اثر لئے ہوئے تھا اور اب عبدل کا لہجہ.....

"کیا بات ہوئی ہے..... اس قدر شاک میں کیوں ہو.....؟ بتاؤ....." عبدالباری کی زیرک نگاہیں رابیل کی کیفیت لمحوں میں بھانپ گئی تھیں۔ کندھوں سے تھام کر پوچھا تھا۔ وہ نفی میں گردن ہلا گئی۔ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کیا بتائے۔

"کیا جاننا چاہتے ہیں مجھ سے..... جس نے کال کی ہے اس سے پوچھیں یا خود سے۔" اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر وہ صوفے پر جا بیٹھی۔ ایک دم بہہ آنے والے آنسوؤں کو صاف کیا، عبدالباری پریشانی سے دیکھتے پاس آ گیا۔

"پلیز رابیل بتاؤ..... میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔" وہ اس وقت بہت بے بس سا محسوس ہو رہا تھا۔ رابیل

digestlibrary.com

اسے مختصراً سب بتادیا۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا' بھینچے مٹھیوں کو کھولتے بند کرتے اس کی حالت سمجھنے کے قابل تھی۔

"اب تو بتادیں..... یہ سب کیا ہے.....؟ کیا کر رہے ہیں آپ؟ اور کون ہیں یہ لوگ.....؟" وہ اس کے سامنے پھر آ کھڑی ہوئی تھی۔

"بتادوں گا تمہیں بھی..... بڑا شوق ہے تمہیں میرے ہر کام میں ٹانگ اڑانے کا..... کروں گا تمہارا شوق بھی پورا..... ابھی کچھ دن انتظار کرلو۔" اسے ایک طرف ہٹا کر وہ باتھ روم میں جا گھسا تھا۔ وہ اس کے الفاظ کو تولنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ آفس میں تھا جب اس کا پرسنل سیل بج اٹھا تھا۔ اس پر آنے والا نمبر بہت خاص تھا' وہ ایک دم چونک گیا تھا۔ اردگرد نظر ڈالی پھر فوراً باتھ روم میں گھس گیا۔ دنوں سے اسے اس کال کا انتظار تھا اور آج ارقم ہو گیا تھا۔

"ہیلو..... ایس پی عبدالباری از اسپیکنگ!"

"سر..... میں۔ ارقم..... ایک خاص اطلاع ہے۔"

"ہاں بولو..... میں سن رہا ہوں۔"

"سر حالات بہت بگڑ چکے ہیں' دشمنوں کو ساری پلاننگ کی خبر ہو چکی ہے۔ حالات کا تقاضا ہے..... وہ آپ کے متعلق کوئی ایکشن لینے والے ہیں۔ ان لوگوں کا نیٹ ورک اب کام کر رہا ہے..... ہوسکتا ہے جلد ہی وہ کوئی قدم بھی اٹھائیں۔ آپ کو جلد ہی کوئی ایکشن لینا ہوگا ورنہ یہ خطرے میں ہے۔"

"اور کوئی اور بات؟" اس نے پوچھا تھا۔

"سر! میں نے کچھ خاص نقشے تیار کئے ہیں وہ آپ کی رہنمائی کریں گے۔ اس کے علاوہ کچھ بہت اہم ثبوت بھی ہاتھ لگے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے..... تم اپنی جگہ پر رہنا میں خود تم سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ میک اپ میں ہوں گا' کوڈ ورڈز کا استعمال کروں گا' خیال رکھنا۔ اب فون بند کرو..... میں کسی بھی وقت تم سے ملوں گا۔"

"یس سر....." دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا تھا۔ وہ روم میں آ گیا۔ اس کا بہت بڑا مسئلہ جیسے حل ہوگیا تھا۔ اب اسے فائنل ایکشن لینے کی ضرورت تھی۔ ساری کارروائی مکمل تھی۔ اس نے خفیہ لاکرز میں سے ضروری ڈاکومنٹس نکالے تھے انہیں اچھی طرح چیک کیا تھا' ایک فائل بنائی تھی' پھر لاکرز بھی بند کردیئے تھے۔

اب اسے ارقم سے ملنا تھا' کچھ سوچتے ہوئے وہ آفس سے نکل آیا۔ ہاتھ میں ایک فائل تھی جو بہت ضروری تھی۔ ارادہ اس کو گھر میں رکھنے کا تھا' گھر آیا تو رابیل لان میں پودوں کے ساتھ مصروف تھی۔ اسے دیکھ کر سب کام چھوڑ چھاڑ مالی بابا کو چند ہدایات دے کر اس کی طرف آ گئی۔ خوب صورت سراپے میں ایک واضح تبدیلی باآسانی محسوس کی جاسکتی تھی۔ عبدالباری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ ٹھہری تھی۔ اسے دیکھ کر دل میں خود بخود ایک تراوٹ سی اترنے لگی تھی۔ من چاہی' باکردار' باحیا بیوی کا نشہ شاید ایسا ہی ہوتا ہے' وہ روح تک سرشار سا ہوگیا تھا۔

"السلام علیکم..... خیریت..... آج اس وقت گھر پر؟" اس فون کال کے بعد وہ کافی بہتر ہوگئی تھی۔ عبدالباری کے ساتھ اس کا رویہ خود بخود بدل گیا تھا۔ درمیان میں کتنے دن گزر گئے تھے' تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ کا عرصہ اور اس دوران اس نے اسے اب کبھی نہیں ٹوکا تھا مگر ایک خلش سی پھر بھی برقرار تھی۔ وہ اپنا آپ کھل کر کھول ہی نہیں رہا تھا' وہ منتظر تھی مگر مجال ہے جو

اثر ہوا ہو۔

"وعلیکم السلام..... ہاں بس ایک کام تھا' میں کمرے میں ہوں کوئی ڈسٹرب نہ کرے مجھے۔"

اسے ہدایت خاص کر کے وہ کمرے میں جا گھسا۔ وہ کچن میں آ گئی۔ عبدل نے ڈسٹرب نہ کرنے کا کہا تھا سو وہ کچن میں آ کر کباب تلنے لگی۔ صبح اس نے قیمہ ابال کر آمیزہ تیار کر رکھا تھا۔ ساتھ میں آلو کے تیار کئے گئے خستہ اور کرارے رولز تھے۔ چائے بنا کر ٹرے سجا کر وہ کمرے میں چلی آئی۔

عبدالباری بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے کچھ کاغذات تھے۔ کوئی چارٹ پھیلائے پینسل سے نشان وغیرہ لگا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات آ ٹھہرے۔

"میں نے کہا تھا کہ مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔" جیسے ہی اس نے ٹرے بستر پر رکھی' عبدالباری نے کہا۔

"آپ نے کوئی کے لئے کہا تھا' میرے لئے نہیں....." کیسا پراعتماد مان بھرا انداز تھا' اس کے ہاتھ رک گئے۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے نقشہ اٹھا لیا۔ عبدالباری نے اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"میرے کاموں میں ٹانگ اڑانے والی تمہاری یہ عادت نہیں جائے گی..... رہنے دو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" مسکرا کر کہا تھا۔ کاغذات فولڈ کر کے ایک طرف رکھے۔

"کیوں.....؟" غصہ تو بہت آیا مگر کنٹرول کر گئی۔ آخر وہ کچھ بتاتا کیوں نہیں۔

"کیوں کہ عقل موٹی ہے..... بمشکل ہی کچھ سمجھ پاتی ہو..... سامنے کی بات نظر نہیں آتی اور لگی ہو ادھر اُدھر ٹانگیں اڑانے۔" انداز اب شرارتی تھا۔ وہ حقیقتاً برا مان گئی۔

"آپ سے زیادہ عقل مند ہوں..... پھر آپ نے کبھی کون سا کچھ سمجھانے کی کوشش کی ہے جو مجھے سمجھ نہیں آئی..... ہمیشہ تو خود کو ایک راز کی طرح رکھا ہے' کوئی لاکھ سر پھوڑے مگر اثر کہاں ہے۔" وہ ناراض سی ہو گئی تھی پھر چائے ڈال کر جانے لگی تو اس نے بازو تھام لیا۔

"کدھر چلی ہو ڈیئر..... بیٹھو۔" توجہ خاص تھی مگر وہ متاثر نہ ہوئی۔

"سوری..... میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔" چہرہ پھر بھی نہیں موڑا۔ انداز لوٹ لینے والا تھا وہ کھل کر مسکرایا۔

"جب کہا تھا عقل میں بات نہیں آئی تھی اور اب ڈسٹرب ہو گیا ہوں تو میرے آتشیں شوق کو بڑھا کر جا رہی ہو..... اب ادھر آؤ۔" جھٹکا دیا تھا' وہ اس کے ساتھ جا لگی۔ ذومعنی بات سے پورے بدن میں ایک سنسنی خیز لہر دوڑ گئی تھی۔

"آج تمہیں چیک اپ کے لئے جانا تھا' وزٹ کیسی رہی؟" ناراض سے چہرے کو اپنی طرف پھیرتے بہت لگاوٹ سے پوچھا تو وہ کاٹ کھانے والی نظروں سے دیکھے گئی۔

"جب آپ کو مجھ سے یا میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تو پھر یہ زبانی بناوٹی مظاہرے بھی مت کیا کریں..... بہت کھوکھلے اور بہت برے لگتے ہیں مجھے ایسے لوگ۔" کڑوی تو وہ شروع سے ہی تھی اب بھی کوئی لحاظ و مروت رکھے بغیر اس کے ہاتھوں کو پیچھے ہٹا کر اپنا توازن بحال کر کے کاٹ دار لہجے میں کہا تھا۔ عبدالباری کو صبح کا واقعہ یاد آ گیا جب اس نے اسے جلدی گھر آنے اور ساتھ چلنے کو کہا تھا چونکہ آج اسے کچھ ضروری کام تھا' عجلت میں تھا سو انکار

کردیا تھا تب تو رابیل چپ ہوگئی تھی مگر اب اس کی یہ ناراضگی کافی تلخ سی تھی۔

"بتایا نہیں تم نے کیا کہا ڈاکٹر نے..... گئی بھی تھیں یا نہیں؟" چائے اٹھا کر سپ لیتے ہوئے اس نے دوبارہ پوچھا تو وہ منہ پھلائے بتانے لگی۔

"گئی تھی بھابی کے ساتھ۔ کچھ خاص نہیں کہا ڈاکٹر نے' وہی پرانی باتیں کہ ان دنوں کچھ خاص احتیاط کرنا ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ منتھلی چیک اپ ضرور کروایا کروں اور ادھر اُدھر کی ہدایات تھیں۔" وہ نظریں جھکائے بتا رہی تھی' وہ کچھ سوچتا رہا۔

"رابیل! یہ کچھ ضروری ڈاکومنٹس ہیں آفس میں محفوظ نہیں تھے گھر لے آیا ہوں' لاکرز میں رکھ لینا۔ کسی بھی لمحے مجھے ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔" بیگ میں سب کاغذات رکھ کر اس نے چمڑے کا بیگ اسے تھما دیا۔

"حیرت ہے..... مجھ پر اعتماد کر رہے ہیں..... اگر میں ان کو کھول کر دیکھ لوں تو کہیں گے کہ میں ٹانگ اڑاتی ہوں ہر کام میں..... ویسے بتا ہی دیں..... کیا ہیں یہ کاغذات۔" انداز اگرچہ چڑانے والا تھا مگر اب بھی تجسس سے بھرپور تھا۔ وہ محظوظ ہوا تھا۔

"بے فکر رہو..... دیکھ لینا' سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ بس کچھ ضروری کاغذات ہیں۔" کباب اور رولز پر ہاتھ صاف کرتے عبدالباری نے کہا تو وہ چپ ہوگئی۔

"ویسے یار رابیل! یہ کباب اور رولز تم نے بنائے ہیں..... تمہارے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کا ذائقہ ہی الگ سا ہوتا ہے۔ خود بخود پہچان ہو جاتی ہے۔" وہ تعریف کر رہا تھا' وہ بمشکل مسکرا سکی پھر اسے بغور دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے بیگم صاحبہ! ایسے کیوں دیکھ رہی ہو..... کیا کچھ زیادہ ہی اچھا لگ رہا ہوں یا بہت پیار آ رہا ہے مجھ پر....." وہ سر جھکائے ہوئے تھا مگر اچانک سر اٹھا کر سوال داغا تھا' وہ بوکھلا سی گئی فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں..... میں تو بس ویسے ہی یوں ہی....." اس سے کوئی بات ہی نہ بن پڑی۔ وہ کھل کر مسکرایا۔ وہ جھینپ گئی۔ بدل تو وہ بھی گئی ہر ہر انداز' ہر رنگ نرالا تھا۔ دن بہ دن نکھرتی چلی آ رہی تھی۔ خوب صورت تو پہلے بھی حد سے سوا تھی مگر اب یوں لگتا تھا کہ جیسے کائنات کا سارا حُسن اس کے وجود میں آ سمایا ہو۔ شاید ماں بننے کا اعزاز تھا یہ۔

"سنو رابیل! تم خوش ہو نا..... چند ماہ بعد بھیا بھابی کی طرح ہماری بھی اولاد ہوگی۔ ہیں ناں..... وہ دن کتنا خوب صورت ہوگا....." وہ چشم تصور میں نہ جانے کہاں گم تھا۔ اس خیال سے ہی خوش ہو رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

"ظاہر ہے' ماں بننے کی خوشی کس عورت کو نہیں ہوتی..... اسی خیال سے میری روح سرشار ہونے لگتی ہے کہ جنت لحہ بہ لحہ میرے قدموں تلے سرکتی آ رہی ہے۔" وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ" شاید اسی لئے کہا گیا ہے مگر ڈر بھی لگتا ہے' اس نامعلوم وقت سے۔ یہ مقام' یہ رتبہ' کیا اس کے لائق ہوں؟ اللہ بہت رحیم و کریم ہے۔ کہیں زندگی کی بساط میں کوئی مہرہ الٹا نہ چل جائے ہم سے۔ نہ جانے وقت کے دامن میں ہمارے لئے کیا ہے۔ اولاد پیدا کرنا شاید اتنا مشکل امر نہیں' اس کی بہتر تربیت کرنا مشکل مرحلہ ہے۔ ماں باپ کی ذرا سی چوک' تھوڑی سی غفلت اولاد کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔"

عبدالباری چپ کا چپ رہ گیا تھا' صرف اس کو

دیکھتا رہا تھا جس کا ایمان بہت پختہ تھا' یقین بہت راسخ تھا' سوچ بہت شفاف اور پاکیزہ تھی ورنہ اتنی کم عمری میں وہ بھی اس تجربے سے گزرتے ہوئے لڑکیاں اتنی پختگی اور گہرائی سے بھلا کب سوچتی ہیں۔ رابیل کی یہی خوبی تو اسے متاثر کرتی تھی۔

"میں چلتی ہوں۔ باہر دیکھوں مالی بابا نے کیا کیا ہے۔" وہ بیگ لے کر وارڈروب کی طرف بڑھ گئی تھی۔ بیگ کو لاکر میں رکھا تھا اور پھر باہر نکل گئی تھی۔ عبدالباری کتنی دیر تک دروازے کو تکتا رہا تھا جب کہ ہونٹوں پر ایک خوب صورت مسکراہٹ تھی۔

رابیل کا خیال تھا کہ وہ پرانے راستوں کو چھوڑ چکا ہے مگر آنے والے دنوں میں وہ دن رات گھر سے غائب ایسا مصروف رہا کہ وہ کچھ اندازہ بھی نہ لگا سکی۔ عجیب معمہ بن کر رہ گیا تھا وہ اس کے لئے' کچھ بھی سمجھانے بجھانے کا اس پر اثر نہیں ہوتا تھا۔

"ایسے لوگ بمشکل ہی سُدھر سکتے ہیں۔ جرم کی دنیا ہی ان کی آخری پناہ گاہ ثابت ہوتی ہے' اگر کوئی لوٹنا چاہے بھی تو نہیں لوٹ سکتا۔" عبدالباری کی مشکوک سرگرمیوں سے وہ سخت شاکی ہوگئی تھی۔ ہر وقت یہی سوچ کر کڑھتی رہتی' سوائے عبدالباری کے کچھ اور سوجھتا ہی نہیں تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا وہ اپنے آپ کو نارمل رکھے مگر ہر گزرتا لمحہ اس کو صرف اور صرف ٹینشن دے رہا تھا۔

دو دن ہوگئے تھے عبدالباری نہ صرف گھر سے غائب تھا بلکہ اس شہر سے بھی غائب تھا۔ وہ ضروری کام کا کہہ کر گیا تھا واپسی کی کوئی خیر خبر نہ تھی۔ رابیل اور گھر والوں کی جان سخت مشکل میں تھی۔ وہ جیسا بھی تھا بہر حال خون تھا اپنا' پھر رابیل کے لئے تو وہ بہت خاص تھا۔ پہلے پہل اس نے اسے واقعی کوئی اہمیت نہیں دی تھی مگر جب سے ایک تیسرا وجود دونوں کے درمیان آیا تھا وہ خاصی بدلنے لگی۔ اب نہ صرف وہ اس کے وجود کا مالک تھا بلکہ اس کے ہونے والے بچے کا باپ تھا یہی سوچ ہر جذبے پر حاوی تھی۔

صبح صبح ناشتے کی ٹیبل پر سب ہی بیٹھے تھے۔ وہ کھانا لے کر آئی تو بابا اور فرقان بھائی دونوں ہی اخبار میں غرق تھے۔ وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ اخبار کا ایک پیج اس نے بھی تھام لیا۔ پہلا صفحہ پلٹا تھا' دوسرے پیج پر نظر پڑتے ہی وہ حیران سی رہ گئی۔ جوں جوں پڑھتی جا رہی تھی حیرتوں کے سمندر میں ڈوبتی جا رہی تھی۔

"بابا..... بابا..... بھائی..... یہ....." اس نے فوراً باقی لوگوں کو بھی اخبار کی طرف متوجہ کیا۔ امی' بابا' بھابی اور فرقان بھائی سب ہی متوجہ ہوئے تھے۔ انہوں نے اخبار تھام لیا تھا۔

ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے والا ایک گینگ اپنے پورے گروہ سمیت گرفتار....." فرقان بھائی نے باآواز بلند پڑھا جب کہ وہ دوسرے اخبار دیکھنے لگی۔ دوسروں کے اندر بھی تقریباً یہی خبریں تھیں۔

"اس گینگ کے افراد مختلف غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث تھے' بچوں کا اغوا' اسمگلنگ' تخریبی کارروائیوں میں پیش پیش تھے۔ ایک عرصے سے کچھ ہاتھ ان کو بے نقاب کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ گزشتہ روز پورا گروپ گرفتار کرلیا گیا۔ مزید تفصیلات کچھ یوں ہیں کہ....."

فرقان بھائی کی آواز میں جوش نمایاں تھا جب کہ امی کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہی تھیں۔

"ایس پی عبدالباری ایک عرصے سے ان لوگوں کے متعلق ثبوت اکٹھے کر رہے تھے۔ بہت خفیہ پیمانے پر یہ کام ہو رہا تھا۔ خاص طور پر ایس پی عبدالباری اس علاقے میں تعینات ہی اسی کام کے

لئے ہوئے تھے۔ انڈر گراؤنڈ کے لوگوں سے تعلق رکھنے کی بنا پر بہت جلد جرائم کی دنیا کے اصل مہروں تک جا پہنچے اس کے لئے انہیں سخت مصائب اور دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر ان کا جذبہ ہر چیز پر حاوی ہوگیا' اصل لوگوں تک پہنچنے کے بعد انہوں نے فوراً ایکشن لیا تھا۔ گزشتہ روز بھاری نفری کے ساتھ انہوں نے دشمن' شرپسند عناصر پر دھاوا بول دیا تھا۔ بھاری مقدار میں اسلحہ' بچے وغیرہ بازیاب ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے چند سپاہی وطن کے کام آگئے مگر ان کا خون وطن کی آنے والی نسلوں کو ایک بہت بڑے خطرے سے بچا گیا ہے۔'' امی اور بھابی وغیرہ شاکڈ سی بیٹھی تھیں۔ اگلے دو گھنٹوں میں وہ سب ہر بات بھلائے صرف اور صرف اخباروں کو چاٹ رہے تھے۔ یقین کسی کو بھی نہیں آ رہا تھا مگر نیچے دی گئی تصاویر اور خبریں پڑھ کر وہ حیران تھے۔

''ہم کتنا غلط سمجھتے رہے اور وہ کیا نکلا..... وہ سب خفیہ پیمانوں پر کام کر رہا تھا اسی لئے تو کچھ بتاتا نہیں تھا اور ہم سمجھتے رہے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔'' امی کی آنسوؤں سے بھری آواز پر اس نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ نہ جانے کب سے آنسو بہہ رہے تھے۔ احساسِ زیاں اور پچھتاوا تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

''ہمارا کیا قصور ہے۔ اس کی سرگرمیاں ہی ایسی مشکوک تھیں۔ ہم ہی اندازہ نہ کر سکے۔ کتنی بار کہا تھا اس نے کہ وہ ایسا کچھ بھی نہیں کرے گا جس سے ہمارے سر جھکیں مگر ہمیں ہی یقین نہیں آتا تھا وہ اتنا حساس اور اتنا وطن پرست ہوگا۔ سوچا بھی نہیں تھا۔'' فرقان بھائی بھی نہ جانے کون کون سی بات یاد کر کے پچھتا رہے تھے۔

''میرا دل کہتا تھا وہ غلط نہیں ہے' ہماری تربیت بری نہیں تھی..... وہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتا رہا۔ ہمیں چڑاتا رہا اور ہم پاگل بنتے چڑتے رہے' یہ سوچتے رہے کہ وہ اب کبھی نہیں سدھر سکتا..... کسی اور پہلو سے کبھی سوچا ہی نہیں۔'' بابا بھی رندھی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے اور رابیل تھی کہ اس کی زبان پر تالے لگ گئے تھے۔ سب سے زیادہ بے یقین و بے اعتبار تو اس کی جانب سے وہ خود تھی۔ کب کبھی آنکھ کھول کر عقل استعمال کرتے اس پر بھی سوچا تھا' کیا کچھ غلط الفاظ اس کے لئے استعمال نہیں کئے تھے۔ کرپٹ' دھوکے باز' رشوت خور اور بھی نہ جانے کیا کچھ کہتی رہی تھی اور وہ تھا کہ سب کتنے آرام سے سنتا رہا تھا' صرف ایک دفعہ اشتعال میں آ کر وہ اسے یہاں سے لے گیا تھا مگر اس کا سلوک کبھی بھی نامہربانوں والا نہیں رہا تھا۔ اس کے ساتھ تو وہ ہمیشہ سے فیئر رہا تھا اور اب تصویر کا یہ رخ' وہ چپ سادھے رہ گئی تھی۔

اس مشن پر جانے سے پہلے جب اس نے اس کے حوالے کئے گئے ڈاکومنٹس لئے تھے تو اس نے اس پر کس کس انداز میں طنز کے تیر نہیں اچھالے تھے' جواباً وہ برا مانے بغیر مسکراتا رہا تھا سو سو طرح سے اسے چڑاتا رہا تھا اور وہ چڑتی بھی رہی تھی' اسے غدارِ وطن سے لے کر غاصب اور بھی نہ جانے کیا کچھ کہا تھا۔ پھر وہ چلا گیا تھا اور اب.....

بھائی' بابا اور وہ خود باقی سارا دن اس کے موبائل پر لمحہ لمحہ ٹرائی کرتے رہے تھے مگر وہ تھا کہ ریسیو ہی نہیں کرتا تھا۔ سارا دن گزر گیا اور وہ نہ لوٹا۔ اگلے دن کے اخبارات بھی اس کے کارنامے سے بھرے پڑے تھے۔ ہر جگہ اس کی تصاویر تھیں' مسکراتی ہوئی' جھلملاتی ہوئی۔ سب ہی اس سے ملنے کو سخت بے چین و بے قرار تھے اور وہ تھا کہ اگلا سارا دن بھی گزر

گیا مگر واپس نہیں آیا تھا۔ بھائی نے ایک دو دفعہ آفس میں بھی پتہ کیا تو وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ سب جہاں خوش تھے وہیں اس کی طرف سے متفکر بھی تھے۔

مغرب کے بعد کا وقت تھا جب وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔ کتنے دنوں بعد گھر لوٹا تھا' عجب سا سکون تھا دل میں۔ جانتا تھا اس نے بہت سے لوگوں کا دل دکھایا ہے' بہت ستایا و تڑپایا ہے' دانستہ و نادانستہ وہ گناہ گار ضرور تھا۔ امی' بابا' اس کی طرف سے سخت شاکی و بدگمان تھے۔ بہن بھائی سب ہی کا مقروض تھا' خاص طور پر سب سے زیادہ رابیل کا۔ نہ جانے کیا کیا اسے کہتا اور کیا کچھ اس کے ساتھ کرتا آیا تھا۔

لاؤنج میں جائے نماز بچھائے امی نماز کے بعد تسبیح کر رہی تھیں' بابا بھی وہیں تھے جب کہ باقی لوگ اسے نظر نہ آئے۔

"امی!..... بابا.....!" آج کتنے عرصے بعد وہ اپنے خاص محبت بھرے انداز میں ادب سے ان سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ دونوں تڑپ کر دیکھنے لگے تھے۔ کتنا انتظار کروایا تھا اس نے انہیں۔

"عبدالباری....." امی چونکی تھیں پھر جائے نماز سے اٹھ کر آگے بڑھ آئی تھیں۔ بے اختیار اس کے چوڑے چکلے سڈول وجود کو اپنے ناتواں بازوؤں میں لے لیا تھا۔

"ہم سے چھپاتے رہے..... بھنک تک نہ پڑنے دی ہمیں..... کیا کچھ نہیں کہا ہم نے تمہیں..... کبھی کچھ تو کہا ہوتا..... اشارہ ہی کر دیا ہوتا..... اصل بات بتائی ہوتی اور ہم بھی کتنے نادان اور کم فہم تھے' کچھ بھی نہ سمجھ سکے..... ہمیشہ تمہیں غلط سمجھتے رہے..... شک کرتے رہے تم پر..... برا بھلا کہتے رہے....." امی رو رہی تھیں۔ بابا بھی آنکھوں میں نمی لئے اس کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے۔ امی کو ایک طرف ہٹا کر ان کی طرف بڑھا۔ انہوں نے گرم جوشی سے بازو وا کر کے اسے سینے میں بھینچ لیا تھا۔

"مجھے تم پر فخر محسوس ہو رہا ہے بیٹے! تم نے میری تربیت کی لاج رکھ لی۔ میرا سر فخر سے بلند کر دیا' اس وطن کی مٹی کے سامنے....." آواز رندھی ہوئی تھی۔ خوشی و انبساط کے جذبات سے لبریز تھی۔ عرصے بعد وہ ان کے سینے سے لگا تھا۔ فخر' مان' غرور اور اعتماد کچھ اور بڑھنے لگا تھا۔

"یہ سب کیا تھا.....؟ ہمارے جذبات سے کیوں کھیلتے رہے....." خود سے جدا کر کے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر پیشانی چومتے ہوئے پوچھا تھا' وہ مسکرا دیا پھر ان کو لے کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ شروع سے لے کر اب تک کی ساری روداد تفصیل سے سنانے لگا تھا۔ اتنے عرصے کی محنت کا ایک ایک لمحہ' حرف بہ حرف..... پوری سچائی کے ساتھ' کچھ بھی چھپائے یا جھوٹ بولے بغیر.....

"رابیل کہاں ہے.....؟" کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کا خیال آیا۔ امی سے پوچھا۔

"نماز پڑھنے کمرے میں گئی تھی' اندر ہی ہوگی....." اپنا چہرہ صاف کرتے انہوں نے بتایا۔

وہ کمرے میں آ گیا۔ رابیل جائے نماز بچھائے بیٹھی ہوئی تھی۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند تھیں۔ کپکپاتے لبوں سے اپنے اللہ سے ناتا جوڑے ہوئے تھی۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھ کر صوفے پر جا بیٹھا۔ دعا مانگ کر جائے نماز لپیٹ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ دوپٹے کو ڈھیلا کرتے وہ پلٹی تھی' جب عبدالباری کو کمرے میں دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"باری..... آپ....." وہ وہیں ساکت ہو گئی۔

"کیوں میرا آنا پسند نہیں آیا..... یا میرا زندہ

سلامت آنا شاک زدہ کر گیا ہے..... دعائیں تو بڑی مانگی ہوں گی میرے مرنے کی..... مگر افسوس.....“ ہونٹوں پر ایک بھرپور مچلتی مسکراہٹ سجائے آنکھوں میں شوخ جذبات لئے عبدالباری نے گوہر افشانی کی تھی۔ وہ تڑپ کر دیکھنے لگی۔ آنکھیں لمحوں میں چھلک آنے کو بے تاب ہو گئیں۔

”بہت خراب ہیں آپ.....“ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

عبدالباری آگے بڑھ آیا تھا۔ دونوں مضبوط توانا بازوؤں میں اس کے نازک سے پیکر کو سمیٹ لیا۔ سارا وجود پتے کی مانند لرز رہا تھا' وہ لے کر بستر پر آ بیٹھا۔

”ہمیشہ یوں ہی کیا ہے..... میرے جذبات سے ہمیشہ اسی طرح کھیلتے ہیں۔ موت مذاق ہے آپ کے لئے.....“ روتے ہوئے ہچکیوں میں اس نے بھرپور شکوہ کیا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

”ساری غلطیاں آپ کی ہیں..... سارے قصور آپ کے ہیں..... ہمیں دھوکہ دیتے رہے..... حقیقت کیا ہے کبھی بتائی ہی نہیں.....“ سسکیوں سمیت وہ کہہ رہی تھی۔ وہ کچھ کہے بغیر اس کے بس چپ ہونے کا منتظر تھا۔ وہ یوں رو دھو کر استقبال کرے گی امید نہیں تھی۔ تصور میں تو اس کا طنز برساتا' تاک تاک کر وار کرتا' کڑوی کسیلی باتیں سناتا سراپا تھا اور اب وہ ساون بھادوں بنی ہوئی تھی۔ رو دھو کر دل کا غبار اچھی طرح نکال کر فارغ ہوئی تو آنکھیں بے رحمی سے رگڑیں۔

”آئم سوری.....“ پتہ نہیں وہ کس بات پر نادم تھی۔ وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

”یہ ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی..... اتنے دن سے کہاں تھے؟ گھر کیوں نہیں آ رہے تھے؟“ لہجہ ابھی بھی ناراضگی لئے ہوئے تھا۔ وہ ہنس دیا۔

”دھیرج سے جان عزیز..... سب بتاتا ہوں۔ انداز تخاطب پر وہ چڑ گئی مگر مصلحتاً چپ رہی۔

”کہانی یوں ہے کہ.....“ وہ شروع ہوا تھا۔ وہ بغور سننے لگی وہ پہلی دفعہ اپنا آپ کھول رہا تھا یوں حرف بہ حرف۔

”جب میں نے یہ سروس جوائن کی تو ہر قدم پر ایسے حالات تھے' جہاں ہاتھ ڈالتے کرپشن ہی کرپشن تھی کچھ عرصہ میں صرف دیکھتا رہا تھا' کیا کیا ارادے کیا مقاصد لے کر میں اس فیلڈ میں نہیں آیا تھا سب ملیامیٹ ہو گئے۔ جذباتی تو میں شروع سے ہی تھا سو میں نے اپنے طور پر اپنی مرضی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ یہاں صرف بے انصافی اور لوٹ مار کا راج ہے۔ کوئی دیانت دار بندہ چلتا ہی نہیں' حکام اعلیٰ سے لے کر ایک عام کانسٹیبل تک اسی بیماری میں مبتلا ہے جسے میری تمہاری زبان میں جرم کہا جاتا ہے۔ جہاں کالی بھیڑیں ہیں وہیں کچھ نیک اور وطن پرست لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ مجھے ڈی آئی جی ایاز سرفراز سے مل کر ہوا۔ وہ صحیح معنوں میں ایک محب وطن شخص تھا' کراچی سے ٹرانسفر ہو کر یہاں آیا تھا' آتے ہی اس نے ہمیں کال کی تھی خفیہ میٹنگ تھی۔ اس میٹنگ میں انہوں نے ہمیں اپنی پوری پلاننگ سے آگاہ کیا تھا۔ اس وطن کو شر پسندوں کے اثر سے پاک کرنا تھا۔ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی میرا ریکارڈ ابھی تک بالکل صاف تھا شاید اسی لئے انہوں نے مجھ پر اتنا بڑا اعتماد کر لیا تھا' ہر بات سے آگاہ کیا تھا۔ میرے ساتھ میرے چند وفادار بھی شامل ہیں جن میں میرا ایک خاص ساتھی ارقم خان سرفہرست ہے۔ اس کا پورا خاندان ایک تخریب کار کے حادثے میں جاں بحق ہو گیا تھا اب اس کا مقصد

لوگوں کو چن چن کر ختم کرنا تھا' جو اس کے خاندان ہادی کے ذمہ دار تھے۔ شروع سے ہی میری ارقم بہت اچھی دوستی تھی' اس کا دکھ مجھے دل کی گہرائیوں سے محسوس ہوتا تھا میں جب بھی ارقم کی خود کو رکھ کر سوچتا تو میرا تن بدن سلگنے لگتا تھا۔ ہم لوگوں کو اپنے انداز و اطوار بدلنا تھے تاکہ کسی کو بھی ہماری کارروائیوں پر شبہ نہ ہو۔ سو آہستہ آہستہ ہم لوگ شر پسندوں کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔ ہر طرح کا ناجائز کام کرنے لگے تھے۔ اس دور میں دین و ایمان کو کوئی پوچھتا ہی نہیں' صرف بددیانتی و بدامنی کا راج ہے' روپے پیسے کو ہی خدا سمجھا ہوا ہے۔ بد سے بدنام برا کے مصداق ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب کا پورا تعاون ہمارے ساتھ تھا سو کوئی ہم پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا پھر ہماری ریپوٹیشن بھی ایسی تھی کہ کسی کو ہم پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

عرصے سے ہم اس مقصد کے پیچھے خوار ہو رہے صرف چند ماہ پہلے ہی ڈی آئی جی صاحب کا انتقال ہو گیا تھا شاید ہم کچھ عرصہ اس راز کو راز ہی رکھتے اگر اکرام رحمٰن کی صورت میں ایک ڈی آئی جی ہم پر تعینات نہ ہوتا۔ جس طرح اتنے میں ایک ایاز سرفراز نیک انسان نکلا تھا اسی اکرام رحمٰن کالی بھیڑ ثابت ہوا تھا۔ اس کے ہماری ساری پلاننگ پر لگ گئے تھے۔ وہ ہمیں لگا تھا۔ اب اتنے عرصے سے کی گئی محنت میں ناکامی نہیں جانے دینا چاہتا تھا اسی لئے کوئی قدم ابھی اٹھانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اکرام ہاتھوں کے ہاتھوں بک گیا۔ ہماری ساری کی خبر دشمنوں کو ہو گئی تھی سو مجھے ان لوگوں سے ختم کرنا پڑا تھا۔ تمام ثبوت و شواہد ہمیں حاصل تھے اب ارادہ صرف فائنل قدم اٹھانے کا تھا۔

وہ کال جو تم نے ریسیو کی تھی وہ بھی صرف ہمیں دھمکی دینے کو تھی تاکہ ہم ڈر کر اپنے مقصد سے پیچھے ہٹ جائیں..... اسی لئے میں تمہیں منع کرتا تھا کہ تم کال ریسیو مت کیا کرو۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے میری فیملی کا کوئی فرد کسی تکلیف سے دوچار ہو مگر تم اپنے تجسس کے ہاتھوں مجبور تھیں۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ اسے گھورنے لگی پھر بھی کچھ نہ کہا۔

''ہم پر بہت دباؤ تھا اور اب جب میں اپنے مقصد کے اتنے قریب تھا تو کیسے ہار مان لیتا سو ہر کام بہت جلدی سمیٹا تھا۔ فائنل قدم اٹھایا تو رزلٹ ہماری توقع سے کہیں بڑھ کر تھا۔ اس وطن کے افسران اگرچہ بے ضمیر ہیں مگر عوام ابھی مُردہ نہیں ہوئے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں اکرام رحمٰن ہم پر کوئی دباؤ نہ ڈالے اسی لئے مجھے مجبوراً سب کچھ میڈیا کے سامنے لانا پڑا تھا۔ اب جو کچھ ہے تمہارے سامنے ہے۔ میڈیا نے ہمارے اس اقدام کو بہت سراہا ہے' پاکستانی عوام بہت پرجوش ہیں' ہمارے حوصلے ایک دم بہت بلند ہو گئے ہیں۔

میرا ارادہ فوراً گھر رابطہ کرنے کا تھا مگر ایک شرمندگی سی تھی' دانستہ و نادانستہ میں بہت کچھ غلط کام کر چکا ہوں صرف اور صرف برائی کو اس کی جڑ سے اکھاڑنے کے لئے۔ اس سلسلے میں تم سب لوگوں کو بھی بہت تکلیف پہنچائی..... سو بہت چاہنے کے باوجود گھر نہ آ سکا اور اب جو بھی جیسا بھی ہوں تم سب کے سامنے ہوں۔'' وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھے گئی۔

''جس شخص کی شہرت ایک دفعہ بری ہو جائے' کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرتا۔ پتہ نہیں تم لوگوں کا کیا ری ایکشن ہوتا..... یقین بھی کرتے یا نہیں..... بس اسی سوچ میں اُلجھا رہا.....'' وہ ٹھہر ٹھہر

کر بول رہا تھا۔ رابیل نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ ابھی تو صرف ایک گرہ کھلی تھی' کچھ اسرار ابھی بھی باقی تھے۔

"یقین کرنے یا نہ کرنے کا سوال تو ایک طرف رہتا ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے آپ نے وہ کس زمرے میں آتا ہے۔ ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے' کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں چھوڑا مجھے..... کوئی یوں بھی کرتا ہے۔ کبھی بھی آپ کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا۔ بھولے بھٹکے سے کبھی تسلی و تشفی کا ایک لفظ نہ بولا۔ زور و زبردستی کیا کچھ نہیں کیا' ہمیشہ میرا دل جلاتے رہے' الٹی سیدھی باتیں کرتے رہے..... اگر ان باتوں کو سوچوں تو ایک پل کو بھی یقین نہ آئے مگر جذبات سے نکل کر دیکھوں تو شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں بچتی اب..... پوچھ سکتی ہوں ناں جو میرے ساتھ کیا وہ کیا تھا۔" اس کے پاس شکووں کا ایک دفتر موجود تھا۔ وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔

"تو پھر میں کیا کرتا رابیل جان!..... تم مجھے شروع سے ہی اچھی لگتی تھیں' کبھی اظہار نہ کیا کیوں کہ ہماری تربیت ان پیمانوں پر ہوئی ہی نہیں تھی دوسرے دل کو یہ تسلی بھی تھی کہ اپنی چیز ہو جب خواہش کروں گا پالوں گا' کون سا تم کہیں بھاگی جا رہی ہو..... ابھی تو تعلیم کا سلسلہ چل رہا ہے۔ بس خود کو ہی سیٹ کرتا رہا۔ اسی مسئلے پر الجھا رہا۔ کبھی توجہ ہی نہ دی کہ فرض کی خاطر جو میں غلط شہرت حاصل کر رہا ہوں یہ تمہارے حصول کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی آ کھڑی ہوگی۔ جب امی' بابا سے بات کی تو تم نے انکار کر دیا جس وجہ سے انکار کیا تھا وہ مجھے قابل قبول نہ تھی۔ ایک ضد سی بندھنے لگی تھی مجھے تم سے۔ تم تک رسائی کا ہر راستہ بند نظر آنے لگا' اوپر سے امی' بابا اور بھابی' بھائی بھی تمہارے موقف کی طرف داری کر رہے تھے۔ میں اس اہم موڑ پر آ کر جب کہ کامیابی کے امکانات بہت روشن تھے تو کوئی حماقت افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ ارادہ تھا کہ تم سب کو اعتماد میں لے لوں گا مگر پھر ارادہ بدل دیا' سیدھی طرح تم حاصل نہیں ہو رہی تھیں اوپر سے تم نے سعودیہ جانے کا فیصلہ کر کے میرے ضبط کو آواز دی تھی میں شاید کچھ عرصہ انتظار کر لیتا مگر اب ناممکن تھا۔ میں تمہیں روک نہیں سکتا تھا کوئی رشتہ نہیں تھا میرا تم سے سو مجبوراً مجھے جھوٹا نکاح نامہ حاصل کرنا پڑا تھا پھر جو بھی کیا جائز ناجائز طریقے سے' یہی سوچتا رہا کہ جب بھی حقیقت کھلے گی تم سب لوگ مجھے معاف کر دو گے۔ صرف ایک یہی سوچ پر کاربند سب کرتا گیا۔" وہ سب بتاتے ہوئے ہنس دیا تھا۔ وہ خفگی سے دیکھنے لگی۔

"ضد میں بھی انسان اصول و ضوابط کا خیال کر لیتا ہے' یہ کیسی ضد یا پسند تھی کہ وہ بھی نہ کیا۔" وہ اتنی جلدی کیسے مان جاتی کہ وہ اس کی ضد نہیں پسند تھی۔ غصہ بے پناہ آیا تھا۔

"ارے رابیل یار! اتنی خفگی..... میرا خیال تھا کہ جب حقیقت کھلے گی سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے مگر تم تو....." وہ ہنسنے لگا تھا۔ "وہ کہتے ہیں نا کہ محبت و جنگ میں سب جائز ہے۔ ضد تو بعد میں بنی تھی' محبت تو اول روز سے ہی تھی..... محبت میں تو انسان کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں..... اور تم ہو کہ....." وہ ہنسی روک کر رابیل کے سرخ چہرے کو بغور تکنے لگا۔

"یہ محبت تھی..... ایسی ہوتی ہے محبت..... میرے رونے' گڑگڑانے' کسی بھی منت سماجت کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اوپر سے اتنی گھٹیا باتیں کرتے تھے مر جانے کو جی چاہتا تھا اور اب بہلا رہے ہیں کہ محبت ہے..... مجھے بے وقوف مت بنائیں۔

پی نہیں ہوں..... سب سمجھتی ہوں.....'' اس نے چائے ہوا اس کے صبیح پر رونق چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں تھام لیا۔

''بے وقوف ہی نہیں کم عقل بھی ہو۔ اوپر سے محترمہ کو دعویٰ ہے کہ مجھ سے زیادہ عقل وفہم کی مالک ہیں۔ حس نام کی کوئی چیز نہیں ہے تم میں۔ ہاں میں کرتا ہوں تم سے محبت..... دعویٰ کرنے کی بجائے عملی مظاہرے کرتا ہوں۔ غازی بن کر لوٹا ہوں' جس مشن پر میں تھا وہاں تمہارے بیوہ ہونے کے سو فیصد چانسز تھے۔ شکر کرو زندہ سلامت لوٹا ہوں..... تو اب بتاؤ اب شروع کروں عملی مظاہرہ تاکہ محترمہ کو اچھی طرح یقین آجائے.....'' آنکھوں میں بے پناہ شرارت سموئے گمبھیر تا لہجے میں کہتے اس کے دل کی دھڑکنوں میں تلاطم برپا کرتے رابیل کی جان مشکل میں ڈال گیا تھا۔

''انتہائی بدنیت ہیں آپ.....'' اسے بری طرح گھورتے وہ یہی کہہ سکی۔ عبدالباری کے ہاتھ جھٹکتے اس سے کافی دور ہوگئی۔ وہ ان الفاظ پر قہقہہ بار ہوا تھا جو وہ کئی بار پہلے بھی دہرا چکی تھی۔

''رابیل..... رکو تو..... کہاں جارہی ہو..... اتنی جلدی بھاگ رہی ہو۔ محبت کا عملی مظاہرہ تو دیکھتی جاؤ..... ابھی تو جانِ عزیز! دل کے بہت سے راز کھولنے ہیں۔'' وہ فل موڈ میں تھا' سرمستی لئے گویا تھا۔ وہ دھیان دیئے بغیر باہر نکل گئی کہ ابھی اسی میں عافیت تھی۔

وہ ایک دم بے پناہ محبتوں کے حصار میں آگئی تھی۔ زندگی کتنی خوب صورت ہوگئی تھی۔ ایک درد سا دل میں ہر وقت رہتا تھا اب وہ ختم ہوچکا تھا۔ عبدالباری کی ساری زندگی کھلی کتاب کی طرح اس کے سامنے تھی۔ اب کوئی راز' راز نہیں تھا۔ ہر طرف محبتیں ہی محبتیں تھیں۔ عبدالباری کی محبتوں' شدتوں' بے چینیوں و بے قراریوں کا بادل ہر لمحہ ٹوٹ کر برسنے کو بے تاب ہوتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک گوہرِ نایاب منتخب کیا تھا' اپنی گزشتہ تمام باتوں' اعتراضات اور بے وقوفیوں پر ہر لمحہ شرمندگی محسوس ہوتی تھی بلکہ اب تو اس سوچ سے ہی دل کی دھڑکن تھمنے لگتی تھی کہ اگر عبدالباری کے علاوہ کوئی اور زندگی میں آجاتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔

اس کیس کے بعد عبدالباری اب تندہی سے نئے کارنامے سرانجام دے رہا تھا۔ افسرانِ بالا نے اس پر اچھا خاصا دباؤ ڈالا تھا مگر وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس کیس کی کامیابی پر عبدالباری اور اس کے ساتھیوں کو بھاری اعزازات' انعامات اور تمغۂ امتیاز سے نوازا گیا تھا۔ ہر طرف عبدالباری کا بول بالا تھا' سو اس کے افسرانِ بالا کچھ دیر کو خاموش ہوگئے تھے اسی لئے عبدالباری اب سرِعام بغیر کسی کی پروا کئے ہر کام ڈنکے کی چوٹ پر سرانجام دینے لگا تھا۔ آج کل بھی کسی اہم کیس پر وہ کام کررہا تھا۔ کسی بچے کے اغوا کا کیس تھا' اس کے پیچھے پورا ایک گروپ کام کررہا تھا۔ دن رات ایک کئے وہ اس کیس کو حل کرنے پر لگا ہوا تھا۔ اب صرف فائنل اسٹیپ اٹھانے کی دیر تھی۔ اب اس کے راتوں کو غائب رہنے پر کسی نے بھی اعتراضات نہیں کئے بلکہ سب ہی اب فکرمند رہنے لگے تھے' اس کی کامیابی کے لئے دعائیں کرنے والے بے پناہ ہاتھ ہوتے تھے۔

عبدالباری دوپہر کے قریب گھر آیا تو وہ سامنے ہی لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ کوئی نغمہ چل رہا تھا' پورے لاؤنج میں آواز نمایاں تھی۔

''ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان' نئی آن

گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان"

رابیل پوری طرح منہمک تھی، وہ آگے بڑھ آیا تھا۔

"السلام علیکم رابیل جان.....!" پرجوش انداز تھا، وہ چونک کر پلٹی عبدالباری کو دیکھ کر مسکرادی۔

"وعلیکم السلام.....اس وقت گھر پر کیسے؟" وہ ٹی وی کی آواز دھیمی کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا کروں.....تمہارے بنا آفس میں بھی ایک پل کو سکون نہیں ملتا.....دل چاہ رہا تھا کہ اڑ کر تم تک پہنچ جاؤں اور دیکھ لو اب سامنے ہو۔" بے تابانہ انداز میں والہانہ پن لئے اس کے گرد مضبوط بازوؤں کا حصار کھینچتے ہوئے وہ انتہائی محبت سے کہہ رہا تھا۔ ہر گزرتا پل دونوں کی محبت میں اضافہ کرتا جارہا تھا۔ وہ تو اپنے آپ کو سنبھال لیتی تھی مگر عبدالباری کب کوئی بات چھپا کر رکھنے والا تھا، جب سے اپنا آپ عیاں کیا تھا تو پھر کچھ نہیں چھپا رہا تھا۔ وہ اس کی قربت کی گرمی میں بول بھی نہ سکی۔

"رابیل! تمہاری آنکھیں کتنی خوب صورت ہیں..... جب بھی تمہاری آنکھوں میں دیکھتا ہوں مجھے اپنا آپ بھولنے لگتا ہی۔ نہ جانے تم کیا ہو..... میری ساری سدھ بدھ ختم کردی ہے تم نے..... کسی کام کا نہیں رہا میں۔" وہ اردگرد کو فراموش کئے کہہ رہا تھا۔ رابیل پسینے پسینے ہوگئی۔

"کیا کرتے ہیں..... بھابی گھر پر ہیں.....آج وہ اپنے کمرے میں ہیں۔" اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے وہ بمشکل کہہ پائی ورنہ کچھ بولنا مشکل تھا۔ اس کی قربت کا نشہ ایسے ہی سر چڑھ کر بولتا تھا۔

"اچھا....." اس نے آہستگی سے اسے خود سے جدا کیا، بغور تکنے لگا۔ وہ پزل ہونے لگی۔

"آپ بیٹھیں میں کھانے کو کچھ لاتی ہوں....." اس کی نظروں کی وارفتگی سے گھبرا کر اس نے کھسکنا چاہا تھا مگر عبدالباری نفی میں سر ہلا گیا۔

"کھانے کا میرے پاس وقت نہیں.....بس تمہیں ملنے آیا تھا۔" وہ اسے اپنے حصار میں لئے صوفے پر جا بیٹھا۔ وہ کوئی مزاحمت بھی نہ کرسکی جب کہ بھابی گھر پر تھیں اور عبدالباری کو کوئی پرواہ ہی نہ تھی۔

"تمہارے ہاتھ بھی کتنے خوب صورت ہیں..... نرم و نازک روئی کے گالوں جیسے....." رابیل کے ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرتے آنکھیں بند کئے وہ گم تھا۔ رابیل نے گھبرا کر اردگرد دیکھا پھر ہاتھ کھینچ لئے۔ عبدالباری نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

"کتنی ظالم ہو تم.....میں تمہاری دید کے لئے اتنی دور سے بھاگا آرہا ہوں اور تم ہو کہ....." اس نے کچھ خفگی سے کہا مگر پھر اگلے ہی لمحے ٹون بدل گیا۔

"تم نے کبھی سوچا ہے۔ اگر کبھی میں نہ رہوں تو تم میرے بعد کیا کروگی....."

وہ اتنی غیر متوقع گفتگو وہ بھی اتنی سنجیدگی سے شروع کردے گا اسے اندازہ نہیں تھا۔ رابیل نے کچھ اُلجھ کر دیکھا۔

"کیا بات ہے..... یہ ایک دم مرنے کا شوق کیوں ہورہا ہے۔" اپنے آپ کو نارمل کرتے پوچھا۔

"فرض کرو نا.....اگر میں واقعی مرجاؤں.....بھئی دوسری شادی کے چانس تو پکے ہیں ناں....." آنکھوں اور چہرے پر واضح شرارت چمک رہی تھی۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹی۔

"عبدالباری....." وہ بہت کم اسے پورے نام

digestlibrary.com

سے پکارتی تھی ورنہ باری ہی کہتی تھی۔ وہ مسکرایا۔ اس وقت رابیل کا غصہ دیکھنے کے قابل تھا۔

"بھئی..... فرض کررہا ہوں ناں..... بیوہ کو اسلام دوسری شادی کا حق دیتا ہے۔" وہ اب بھی شرارت پر آمادہ تھا۔ رابیل نے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔

"یہ تو میں بعد میں دیکھوں گی کہ کیا حق حاصل ہے اور کیا نہیں..... پہلے یہ تو بتائیں یہ موت کا بھوت ایک دم سر پر کیوں سوار ہونے لگا ہے....." وہ فوراً دودو ہاتھ کرنے پر تل گئی تھی۔ عبدالباری کا ہنس ہنس کے برا حال ہونے لگا۔

"باری....." اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"جی باری کی جان....." وہ فوراً سنجیدہ ہوا تھا۔

"دراصل تھوڑی دیر بعد میں ایک اہم ریڈ پر جارہا ہوں..... ایک بچے کی بازیابی کا کیس ہے..... کافی بڑا گینگ ہے۔ کبھی اتنا دل نہیں گھبرایا اسی لئے تم سے ملنے گھر آ گیا تھا۔ دعا کرنا' کامیاب لوٹوں..... حالات خطرناک ہیں۔ زندگی اور موت کا کچھ علم نہیں..... پہلے مجھے موت کی کوئی پروا نہیں ہوتی تھی مگر ابھی میں اپنے بچے کو دیکھے بغیر نہیں مرنا چاہتا....." کتنی حسرت تھی اس کے لہجے میں۔ وہ حیران رہ گئی۔ کس قدر سنجیدہ تھا۔ وہ دل ہی دل میں خوف زدہ ہوئی مگر پھر بھی حوصلہ دینے کو کہنے لگی۔

"حد ہوتی ہے کم ہمتی اور بزدلی کی بھی۔ جب اس فیلڈ میں ہیں..... تو کیا پتہ کون سی گولی کب زندگی سے جدا کردے۔ اس کے باوجود بزدلوں والی باتیں کررہے ہیں۔ اگر موت کا اتنا ہی خوف سر پر سوار ہے تو مت جائیں جس طرح دوسرے افسر ہاتھ پر ہاتھ دھرے ضمیر فروش بنے بیٹھے دونوں ہاتھوں سے جیبیں بھر رہے ہیں' آپ بھی بھر لیں۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا اس وطن کے نونہال جو کہ کل کے معمار وطن وہ بک جائیں گے' جہاں اتنے گناہ ہورہے ہیں صرف فائلوں تک محدود ہیں' اسے بھی کسی فائل میں بند کرکے ربن سے گرہ لگا کر ایک کونے میں رکھ دیں۔ جہاں اتنے لوگ وطن کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں وہیں آپ بھی بے ضمیر بن جائیں۔ یہاں چوری ہو یا ڈاکہ کسی کا بچہ اغوا ہو یا قتل اعلیٰ حکام کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آپ بھی خاموش ہوجائیں..... بے فکر ہوجائیں..... یہ ملک جس کے لئے لاکھوں قربانیاں دی گئی ہیں' برباد ہو یا مسمار....." اس کا لہجہ آخر میں کتنا کڑوا اور زہر خند ہوگیا تھا۔

"نہیں رابیل! میں ایسا نہیں ہوں۔ میرا تو خود دل چاہتا ہے کہ اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے والوں کو چن چن کر واصل جہنم کردوں۔ نیست و نابود کردوں..... مگر بہت بااختیار ہونے کے باوجود میرے ہاتھ ابھی بھی بندھے ہوئے ہیں۔ اب مجھے ایاز سرفراز جیسا رہبر نہیں ملے گا۔ سی ایس پی تیمور تقلین سے لے کر ڈی آئی جی اکرام رحمٰن تک میری جان کے دشمن ہیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا کہ وہ مجھے صفحۂ ہستی سے ہی مٹادیں۔ تم مجھے بزدلی کا طعنہ مت دو' میں اس میدان میں ایک مقصد لے کر آیا تھا شہادت کا رتبہ یا پھر فتح..... زندگی سے کبھی اتنا پیار نہیں ہوا' بس اب تم سے بچھڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ ہر لمحہ زندہ رہنے کی خواہش بڑھتی جارہی ہے۔ جب بھی خیال آتا ہے کہ اگر میں مرگیا وہ بھی اپنے بچے کو دیکھے بغیر تو آخری سانس تک ایک تشنگی سی دل میں رہے گی۔" وہ پرعزم تھا مگر آخر میں اس کا لہجہ ٹوٹ سا گیا تھا۔ رابیل کی آنکھیں جھلملانے کو بے تاب ہوگئیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ اسے روک دے کہ وہ ایسی باتیں مت کرے مگر دل خود بھی چاہ رہا تھا کہ آج اس

سے جی بھر کر باتیں کرے۔ وہ جس مقصد کے لئے نکل رہا ہے وہاں نہ جانے اس کے لئے کیا ہو۔

"اب ایسی باتیں کر کے اپنا مقصد اور عزم مت کھوئیں..... خوش خوش جائیں' اپنی طرف نہیں دیکھیں۔ ان ماؤں کی طرف دیکھیں نہ جانے کتنی ماؤں کی گودیں ایسے ہاتھ برباد کر چکے ہیں..... کل جب ہمارا بچہ ہوگا تو کیا پتہ کون سے ہاتھ اس کی طرف لپک آئیں۔ بہتر یہی ہے کہ ان ہاتھوں کو ابھی سے کاٹ دیں۔" وہ بہت حوصلے سے اسے سمجھا رہی تھی۔

"تم..... کتنی حوصلہ مند ہو..... تمہیں دیکھ کر مجھے تم پر رشک آتا ہے..... کبھی نہیں تم ڈگمگائیں۔ اب بھی تم میری راہ کی کرن و روشنی ہو..... میری محبت ہو....." عبدالباری نے بہت جذب سے اسے خود میں سمیٹ لیا تھا۔ آنسو پینے کو بے تاب تھے۔ وہ بمشکل پیچھے دھکیل رہی تھی۔ دھیرے دھیرے مسکرا رہی تھی جب کہ جسم جان کنی کے عمل سے گزر رہا تھا۔ کتنا عزیز ہوگیا تھا وہ اسے۔ اب اس کے بغیر رہنے کا تصور ہی سوہانِ روح تھا۔

"ابھی نکل رہے ہیں.....؟" خود کو کمپوز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں..... بس دعا کرنا۔" عبدالباری نے اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ چلا گیا۔ وہ جیسے جیسے دور ہو رہا تھا رابیل کی نگاہوں میں آنسو بھرتے جا رہے تھے۔

"اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو..... اللہ آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے..... اس وطن کے دشمنوں کو نیست و نابود کرے۔" اس کے ہونٹ دعا کر رہے تھے۔

❁.....❁.....❁

اس دفعہ بھی عبدالباری سرخرو و کامیاب لوٹا تھا' پورا گروہ گرفتار کرلیا گیا تھا صرف دو افراد بھاگنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ وہ یہ سب اپنے طور پر کر رہا تھا۔ تیمور ثقلین سی ایس پی کی طرف سے اس پر بہت دباؤ تھا مگر وہ کسی کی بھی نہیں سن رہا تھا۔ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لا رہا تھا چونکہ اس کا گزشتہ ریکارڈ بے داغ تھا سو اس کے متعلق کوئی عملی قدم بھی نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ ہر کیس بہت احتیاط سے حل کرتا تھا۔ گزشتہ واقعات کی طرح اس نے اس کیس کی بھی پریس میں اور پورے میڈیا کے ذریعے کوریج کروادی تھی سو کوئی بھی اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے سو بار سوچ رہا تھا جب کہ اس دفعہ اس نے جن لوگوں کو گرفتار کیا تھا انہوں نے ڈی آئی جی اکرام رحمٰن کے متعلق کافی کچھ اگلا تھا۔ عبدالباری کا اب اگلا ٹارگٹ اکرام رحمٰن تھا مگر وہ اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہر طرح سے تسلی کرلینا چاہتا تھا۔ مضبوط اور ٹھوس شواہد کی روشنی میں پکے ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا۔

وہ اپنے آفس میں تھا جب ارقم کی کال آئی تھی۔ وہ فوراً نکل کھڑا ہوا تھا۔ ارقم کے پاس اکرام رحمٰن کے متعلق کافی ثبوت تھے۔ ادھر اُدھر کی بھاگ دوڑ میں عبدالباری کا سارا دن نکل گیا تھا۔ شام کے قریب وہ گھر لوٹا تھا' سامنے سب ہی پریشان و متفکر دکھائی دیئے تھے۔

"کیا ہوا.....؟" بھابی' امی اور رابیل کو روتے دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"صبح فہد اسکول گیا تھا اسے کسی نے اغوا کرلیا ہے..... اس کے اسکول سے پتہ کروایا تو علم ہوا کہ کوئی دو آدمی تمہارا نام لے کر اسے لے گئے تھے۔" بابا نے بتایا وہ حیران و ششدر رہ گیا۔

"تھوڑی دیر پہلے کچھ نامعلوم لوگوں کا فون آیا ہے..... سخت دھمکیاں دے رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے اگر ہمیں فہد زندہ سلامت چاہئے تو تم ان کے گرفتار کئے ہوئے آدمیوں کو چھوڑ دو....." وہ چپ کا چپ کھڑا رہ گیا۔ رابیل اپنے بچے کی بات کر رہی تھی اور یہاں وہ ہاتھ ان کے گھر بھی پہنچ گئے تھے۔ فرقان بھائی نے بتایا۔

امی، بھائی کا رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔ رابیل..... رابیل جس کی اپنی حالت ان دنوں کچھ ایسی تھی کہ اسے جتنا بھی ٹینشن وغیرہ سے دور رکھا جاتا اتنا ہی بہتر تھا مگر وہ اپنی حالت کی پروا کئے بغیر بھابی اور امی کے ساتھ لگی دل جوئی کر رہی تھی۔

"رابطہ کرنے کے لئے انہوں نے کوئی میسج وغیرہ تو چھوڑا ہوگا....." فہد تو اسے بھی بہت عزیز تھا۔ یہ اور بات تھی کہ کبھی آگے بڑھ کر مظاہرہ نہیں کیا تھا اور اب.....

"یہ نمبرز لکھوائے تھے انہوں نے۔ ہم نے ایک دو دفعہ ان نمبروں کو ٹریس کروانے کی کوشش کی ہے مگر کوئی رسپانس ہی نہیں مل رہا....." بابا نے اسے ایک پرچہ تھمایا تھا۔ وہ بغور دیکھنے لگا۔

"بے فکر رہیے اور حوصلہ کیجئے۔ میں دیکھتا ہوں..... انشاء اللہ فہد زندہ سلامت گھر آئے گا۔" پرچہ جیب میں ڈال کر وہ باہر نکل گیا تھا۔

"باری..... رکو....." ابھی وہ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا جب رابیل کی آواز پر رک گیا۔ پلٹ کر اسے دیکھا، رو رو کر آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ بڑی سی چادر میں اپنے وجود کو چھپائے وہ اس کے قریب آئی تھی۔

"خیال رکھیئے گا..... کسی بھی لمحے جذباتی نہ ہو جائیے گا..... ایک طرف وطن کے دشمن ہیں تو دوسری طرف فہد..... بس ہمیں فہد چاہئے زندہ سلامت..... کچھ بھی کریں بس وہ ہمیں لا دیں ورنہ بھائی رو رو کر مر جائیں گی....." ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ رو پڑی تھی۔ عبدالباری نے لب بھینچ لئے تھے۔

"حوصلہ رکھو..... انشاء اللہ وہ مل جائے گا۔" آگ جب گھر کو لگتی ہے تو علم ہوتا ہے کہ اس کی تپش کیا ہے۔ اس نے اس سے دعویٰ بہت بڑا کیا تھا اور آج..... عبدالباری اس کا کندھا تھپتھپا کر چلا گیا تھا۔ خون کے رشتوں کی کشش اور دکھ کتنا گہرا ہوتا ہے پیچھے وہ ڈبڈبائی آنکھوں سمیت اسے دیکھتی رہی۔

عبدالباری نے ان لوگوں سے رابطہ کیا، مصالحت کی کوئی راہ نکالنا چاہی مگر وہ کسی بھی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ فہد کے بدلے ان کی ڈیمانڈ بہت بڑی تھی۔ اس نے بڑی جان جوکھوں سے یہ کیس حل کیا تھا، بہت سا دباؤ برداشت کیا تھا حتیٰ کہ موت کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے بے خوف و خطر آگ میں کود پڑا تھا۔ ایک طرف اگر وطن کی باگ ڈور سنبھالنے والے نونہالوں کا مستقبل خطرے میں تھا، مٹی کا قرض تھا تو دوسری طرف عزیز از جان ہستی تھی۔ وہ کبھی بھی رشتوں کے متعلق اتنا حساس نہیں ہوا تھا سوائے رابیل کے مگر اس موڑ پر آ کر وہ الجھ گیا تھا۔

"وطن سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں..... جب یہ وطن ہی نہیں ہوگا، اس کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہاتھ ہی نہیں ہوں گے تو پھر کیا ہم اور کیا ہمارے بچے....." خود سے لڑتے لڑتے ایک فیصلہ ہو گیا تھا۔ خون کی کشش سے زیادہ وطن کی محبت جیت گئی تھی۔ ایک نئے عزم، ایک نئے ولولے کے ساتھ وہ میدان میں اترنے کے لئے تیار تھا۔ تیاری ہر طرح سے مکمل تھی، زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بہتر تدبیر تو کر سکتا تھا اور وہ آخری دم تک اللہ کی رحمت

سے مایوس نہیں تھا۔

جدید دور تھا' سب لوگ بہروپ بدلے ہوئے تھے۔ پوری پلاننگ کی گئی تھی۔ کمی تو وہ پہلے بھی کوئی نہیں ہونے دیتا تھا اس دفعہ خاص تیاری کی تھی۔ بہت خفیہ پیمانے پر کارروائی کی گئی تھی۔ زمین کی تہہ تک جا کھنگالا تھا۔ فہد صحیح سلامت مل گیا تھا مگر وہ خود اس ریڈ میں بری طرح زخمی ہوا تھا۔

ارقم' فہد کو گھر لے گیا تھا۔ گھر کے اردگرد پولیس کا سخت پہرا لگوا دیا گیا تھا۔ خود تو وہ اس حالت میں بھی نہ تھا کہ کچھ کر سکتا۔ ارقم کو سخت تاکید کی تھی کہ گھر والوں کو اس کے زخمی ہونے سے قطعاً بے خبر رکھا جائے اور ارقم نے اور دوسرے ساتھیوں نے اس کے کام کو بخوبی سرانجام دیا تھا۔ پیچھے گھر والے قطعی بے خبر تھے' سب یہی سمجھے ہوئے تھے کہ وہ کسی نہ کسی کام میں الجھا ہوگا البتہ فون پر ایک دو دفعہ بات کی تھی جس سے گھر والے مطمئن ہو گئے تھے۔

اسے اسپتال میں تیسری رات تھی' ڈاکٹر نے اسے اوکے کر دیا تھا اور بیڈ ریسٹ کی تاکید کی تھی۔ رات اسپتال میں گزارنے کی بجائے اس نے ارقم سے چھٹی لینے کی بات کی تھی۔ دو بجے کے قریب وہ گھر پہنچا تھا' ارقم اسے گھر چھوڑ کر چلا گیا تو وہ کمرے میں آ گیا۔ گیٹ پر چوکیدار تھا' اس نے دروازہ کھولا تھا' اسے ایک دو خاص تاکیدیں کر کے وہ اندر آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ رابیل سوئی ہوگی مگر اسے جائے نماز پر کھڑے دیکھ کر رک گیا۔ وہ شرٹ اتار کر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ جولائی کا مہینہ چل رہا تھا' گرمی خاصی زوروں پر تھی۔ ڈاکٹر کی دی گئی میڈیسن سے غنودگی طاری ہو رہی تھی مگر وہ اتنی جلدی رابیل سے بات کئے بغیر سونا نہیں چاہتا تھا۔ سلام پھیر کر پلٹ کر رابیل نے دیکھا' عبدالباری کو روم میں دیکھ کر حیران ہوئی۔ عبدالباری کی اس وقت جو حالت تھی وہ زیادہ شاک زدہ کر گئی۔ سینے' بازو پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ بہت سرعت سے اس کی طرف آئی تھی۔ اس دن سے غائب تھا' فہد کو بھیج دیا تھا' خود نہیں آیا تھا۔ فون پر ایک دو دفعہ بات ہوئی تو سب خیریت سے کہہ کر تسلی دے دی مگر اب یہ حالت..... وہ آنکھیں بند کئے نیم دراز تھا۔

"باری.....!" وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ باری نے بوجھل آنکھیں کھول دی تھیں۔

"یہ سب کیا ہے باری.....؟" اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے وہ پوچھ رہی تھی جب کہ آنکھیں بس بہنے کو بے تاب تھیں۔

"ایک قرض تھا محبتوں کا' رشتوں کا' خیال ہی نہ رہا اور یہ حالت ہو گئی۔ اب دعا ہے کسی طور مٹی کا قرض بھی اتار دوں..... صد شکر میں خود غرض نہ بنا ورنہ یہ محبتیں بہت بڑا خراج مانگ رہی تھیں۔ بس اب تو وطن کی راہوں کو اپنے خون سے منور کرنا باقی ہے۔" وہ بوجھل آواز میں بوجھل آنکھیں لئے نہ جانے کیا کہہ رہا تھا۔ اس کی حالت رابیل کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ کب دیکھا تھا اس نے کبھی اس شیر جوان مرد کو یوں اس حالت میں۔ غنودگی طاری تھی اس پر۔ رابیل نے اسے جھنجوڑ ڈالا تھا۔

"باری..... ہوش کریں..... پلیز بستر پر چل کر لیٹیں۔" روہانسے لہجے میں کہا گیا تھا۔ باری اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ رابیل نے اپنے کمزور سے وجود کا سہارا دیا تھا۔ لیٹ کر وہ بمشکل آنکھیں کھول کر مسکرایا۔

"اسی لئے میں گھر نہیں آ رہا تھا..... جانتا تھا اس حالت میں دیکھ کر تم سب لوگ پریشان ہو جاؤ گے۔" اسے مسلسل آنسو بہاتے دیکھ کر باری نے ٹوکا تو وہ ضبط کھو گئی۔

digestlibrary.com

"تو پھر میں کیا کروں..... بتائیں مجھے' میں کیا کروں.....؟" وہ اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ حتیٰ کہ یہ بھی خیال نہیں رہا تھا کہ اس کے سینے پر زخم ہیں۔

"رابیل....." درد ناقابل برداشت ہوا تو اس نے اپنے کندھے سے اس کا سر ہٹایا۔ عبدالباری کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر وہ خود ہی نادم ہوگئی تھی۔

"آئم سوری..... کیسے ہوا یہ سب؟" خود پر کچھ قابو پاکر پوچھا۔ عبدالباری نے آہستہ آہستہ اسے ساری تفصیل کہہ سنائی۔

"بس زخم ہیں..... چند دنوں میں نارمل ہوجائیں گے..... اسپتال میں سخت بے چینی محسوس کررہا تھا۔ ڈاکٹروں کی مسیحائی سکون نہیں دے رہی تھی۔ تمہیں دیکھنے کی طلب تھی بس رات کے اس پہر سب چھوڑ چھاڑ کر تمہاری مسیحائی میں چلا آیا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ کتنی شدت تھی جذبوں میں' وہ جواب میں کچھ بھی نہ کہہ پائی۔ بس اس کا سر اپنے ہاتھوں سے دبانے لگی۔ اس کے ہاتھوں کی نرماہٹ تھی شاید کہ وہ بہت جلد غافل ہوگیا تھا۔

وہ جب تک ٹھیک نہیں ہوا تھا چھٹی پر ہی تھا۔ گھر میں سب ہی اس کے آگے پیچھے اس کی خاطر مدارت میں لگے ہوئے تھے۔

پورے ایک ہفتے بعد اس نے آفس کا دوبارہ چارج سنبھالا تھا۔ بہت سے کام تھے نمٹانے والے پھر ارفع اس کا رائٹ ہینڈ اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ چند دن وہ بہت مصروف رہا تھا۔ بچوں کو اغوا کرنے والے ملزمان کا ریمانڈ جاری کروا کر پوچھ گچھ کے بعد ان کا کیس عدالت میں چل رہا تھا۔ وہ بہت مصروف تھا' اوپر سے وہ اکرام رحمٰن کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ دفتر میں تھا جب اس کے سی ایس پی تیمور ثقلین کا فون آ گیا تھا۔

"تمہاری کارروائیاں دن بہ دن ناقابل برداشت ہوتی جارہی ہیں ایس پی عبدالباری!" تیمور ثقلین کافی برہم لہجے میں مخاطب تھا۔

"خیریت سر.....! میں سمجھا نہیں....." اس کا انداز اگرچہ مؤدب تھا مگر کسی بھی خوف سے عاری تھا۔

"تمہارے خلاف کئی شکایتیں آرہی ہیں..... تم اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔ ہم چپ ہیں ورنہ تمہارے ہاتھ باندھنا مجھے خوب آتا ہے۔"

"تو پھر نمٹ لیں ناں..... میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں' کسی بات کا کوئی خوف نہیں ہاں البتہ آپ اپنی فکر کریں۔ سنا ہے کرسی سے بڑا پیار ہے آپ کو....." وہ بھلا اپنے باپ سے نہیں ڈرا تھا اب کیا خاک ڈرتا۔

"تم عبدالباری پچھتاؤ گے..... سن لو..... ڈی آئی جی صاحب آج کل میں تمہارا فیصلہ کرنے والے ہیں....." وہ غرایا تھا۔ وہ ہنس دیا۔

"ضرور' میں بھی منتظر ہوں ڈی آئی جی کس حد تک جاسکتے ہیں۔ خوش خبری سنا دیجئے انہیں بھی کرسی بڑی پیاری ہے' میں بھی آج کل میں کچھ انوکھا کر دکھانے والا ہوں۔" اس نے بھی دھمکی دی تھی اور فون بند کردیا تھا۔

اس نے دھمکی دی تھی۔ اکرام رحمٰن اور تیمور ثقلین نے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا اور جواباً وہ بھی خاموش رہا تھا۔ وہ ہوا کا رخ دیکھ رہا تھا۔ وہ منتظر تھا کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ دن اپنے مخصوص چکر میں تھے' وہ کسی کی پروا کئے بغیر اپنے کام کررہا تھا۔ تیمور ثقلن اور اکرام رحمٰن بالکل خاموش تھے۔ اسے ان کی

خاموشی بہت کھٹک رہی تھی مگر وہ بالکل پہل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ اس وقت گھر پر تھا' نہا کر نکلا تھا جب اس کے موبائل کی اسکرین چمکنے لگی تھی۔

"ہیلو....."

"بہت خطرناک کھیل شروع کیا ہے عبدالباری.....! میں خاموش تھا صرف اس لئے کہ میں مصالحت چاہتا تھا اور تم نے....."

"ہرگز نہیں ڈی آئی جی صاحب' آپ خاموش نہیں تھے اندر ہی اندر مجھے ختم کرنے کی سازشیں کررہے تھے۔ ہاں البتہ چپ ضرور تھے صرف اس لئے کہ تم اپنی کرسی بچانے کے چکر میں ہو۔ میرے پاس تمہارے متعلق جو ثبوت ہیں وہ اتنے ٹھوس اور جامع ہیں کہ تم لاکھ کوشش کرلو مگر اپنا بچاؤ نہیں کرپاؤ گے..... تیمور ثقلین اور تم جیسے دس اور بھی آجائیں تو عبدالباری کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ میں یا میرا ایمان اتنا کمزور نہیں کہ تم جیسے لوگوں کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر جاؤں..... اپنا بوریا بستر سمیٹ لو آج سے تمہارے دن گنے جاچکے ہیں۔" اسے اچھی طرح سُنا کر موبائل آف کرکے بڑبڑانے لگا تھا۔ رابیل کمرے میں آئی تو اس کا موڈ آف دیکھ کر حیران ہوئی۔

"خیریت جناب! یہ موڈ شریف اتنا برہم کیوں ہے جب کہ ابھی کچھ دیر پہلے آپ کو اچھے خاصے رومینٹک موڈ میں چھوڑ کر گئی تھی۔" چائے کا کپ اسے تھما کر اس نے چھیڑا تو وہ مسکرا اٹھا۔

"کچھ نہیں یار..... تم بھی بس نا....." وہ بستر پر بیٹھ کر چائے پینے لگا تھا۔

"باری! کیا بات ہے' پریشان ہیں....." چائے پیتے ہوئے بھی وہ الجھا ہوا تھا۔ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہوں..... نہیں..... ہاں ڈاکٹر کیا کہہ رہی تھیں۔" آج وہ ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کر آئی تھی' اسی بابت وہ پوچھ رہا تھا۔

"اگلے ماہ کی چودہ یا پندرہ کی ڈیٹ دی ہے۔ ویسے تو ڈاکٹر مطمئن ہی ہے۔"

وہ سر ہلا گیا تھا' انداز اب بھی پرسوچ تھا۔

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں..... نہیں..... بس لگتا ہے تیمور ثقلین اور اکرام رحمٰن مل کر کوئی پروپیگنڈہ کررہے ہیں میرے خلاف۔ ارقم کو ان کے پیچھے چھوڑا ہوا تو ہے میں نے مگر صورت حال واضح نہیں ہورہی۔" وہ بتانے لگا تھا۔

"بہت غلط کھیل ہے یہ..... مجھے تو بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ آپ کچھ دن خاموش ہوجائیں..... دیکھیں تو سہی وہ کیا کرتا ہے پھر کوئی قدم اٹھائیں۔"

"تمہارا مطلب ہے..... پسپائی....." وہ تلخ ہوا۔

"نہیں..... میرا یہ مطلب نہیں۔ یہ حالات ابھی آپ کے لئے سازگار نہیں ہیں..... بادِ مخالف میں آپ کبھی بھی روشنی کا دیا نہیں جلاسکیں گے..... کچھ دن رُک جائیں' انتظار کریں..... ہوا کا رُخ دیکھیں اور پھر تیر چلائیں..... ورنہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا..... یہ ذاتی مخالفت نہیں ہے' وطن کی ساکھ کا سوال ہے جب کہ وہ ذاتی دشمنی پر اتر آیا ہے۔"

"اب تک تو میں ہوا کا رُخ ہی دیکھ رہا تھا مگر اب انتظار کرنا میرے بس میں نہیں..... جب تک میں تیر چلاؤں گا یہ وطن' اس کی سلامتی..... اس کی بقا خطرے میں ہوگی۔ اب میں ایک لمحے کا بھی انتظار نہیں کرسکتا..... یہ جان کیا ہے' اللہ کی دین ہے۔ کیا حرج ہے اگر اس کی راہ میں چلی جائے۔ تو رابیل

جان! میں ہارا بھی تو شہادت جیسا رُتبہ ہوگا' جیتا تو غازی ہوں گا۔ یہ احساس ہوگا کہ یہ جان وطن کی امانت تھی اور وطن کے کام آ گئی جو مقصد دل میں لے کر چلا تھا اس کی خاطر اگر یہ بے کار سی جان بھی چلی جائے تو کوئی خوف نہیں..... یہ تو وطن کی مٹی کا قرض ہوگا اگر میرے خون کا آخری قطرہ بھی اس ملک کی مٹی میں جذب ہوگا تو سمجھوں گا میں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ میں گناہ گار تھا مگر اللہ نے دل میں ایک روشنی جلا دی تھی۔ آخری سانس تک لڑوں گا۔'' وہ پرعزم تھا' آنکھوں میں ایمان کے ستارے چمک رہے تھے۔

''آمین.....'' رابیل کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں مگر ہونٹ کہہ رہے تھے۔

❁.....❁.....❁

عبدالباری نے آخرکار بلی تھیلے سے نکال ہی لی تھی۔ اکرام رحمٰن سے متعلق تمام ثبوت منظرِ عام پر لے آیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف اکرام رحمٰن خود مستعفی ہوا بلکہ ساتھ ہی تیمور ثقلین کا مستقبل بھی خطرے میں ڈال گیا۔ اس دفعہ بھی اس نے میڈیا کا سہارا لیا تھا اور یہی اس کا مثبت پوائنٹ تھا۔ کمپیوٹر کا دور تھا' خوب کوریج کیا گیا کیس کو۔ عبدالباری کو توقع سے بڑھ کر کامیابی ملی تھی۔

''تیمور ثقلین! تم بھول گئے ہو تم ایک عام ایڈکانسٹیبل تھے اور میں تمہیں سی ایس پی کے عہدے پر لایا تھا اور اب تمہارا ماتحت میرے پرخچے اُڑانے پر تلا ہوا ہے۔'' اکرام رحمٰن نے تیمور ثقلین کے آفس فون کیا تھا' وہ خوب برہم ہو رہا تھا۔

''میں شرمندہ ہوں سر! یہ لڑکا اپنے ارادوں میں اٹل ہے۔ اس طرح چال چلتا ہے کہ سمجھ ہی نہیں آ رہی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ میڈیا کو استعمال کر رہا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی ہے' وہ پیسوں وغیرہ کے لالچ میں آنے والا نہیں۔''

''تو پھر کیا دیکھ رہے ہو۔ ٹپکا دو اس کو' اس سے پہلے کہ اس کے ہاتھ تمہاری گردن تک پہنچیں..... کوئی بھی طریقہ استعمال کرو..... راستے سے ہٹا دو' منظر سے غائب کر دو..... اب میری زندگی کا سوال ہے.....'' وہ کافی پریشان تھا۔

''سر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح ہم پھنس بھی سکتے ہیں ہاں البتہ ایک اور طریقہ ہے جس سے نہ صرف یہ کیس ختم ہو سکتا ہے بلکہ آپ بحال بھی ہو جائیں گے اور یہ لڑکا بھی منظر سے ہٹ جائے گا۔'' تیمور ثقلین کے شیطانی ذہن نے کہا۔

''وہ کیا..... جلدی بولو.....'' وہ بے تاب تھا جاننے کو۔

''آپ کچھ دن خاموش رہیں..... ریلیکس' میڈیا پرسکون ہو جائے' اس کیس کو اسی طرح رہنے دیں۔ آپ کے اتنے تعلقات ہیں انہیں استعمال کریں۔ ہر جگہ آج کل پیسہ استعمال ہو رہا ہے' سب عبدالباری جیسے نہیں ہیں۔ یہاں بہت سے لوگ پیسے سے خریدے جاتے ہیں' ان کو مجبور کریں کہ وہ اس کا ٹرانسفر کر دیں۔ آج کل اگست کے مہینے کے سلسلے میں مختلف پروگرام ترتیب دیئے جا رہے ہیں۔ رضاکارانہ طور پر بہت سے لوگوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں' اگست کا مہینہ آنے والا ہے اور یوم پاکستان کے سلسلے میں ملک بھر میں جہاں بے شمار تقریبات منعقد ہوتی ہیں وہی تخریبی کارروائیاں بھی کی جاتی ہیں۔ خاص طور پر کراچی اور لاہور میں۔ بھجوا دیں اسے وہاں' لاہور یا کراچی۔ اس کے اندر وطن کی بڑی محبت ہے' کروا دیں ٹرانسفر ادھر کوئی گولی اسے بھی لگ سکتی ہے۔ اگر نہ بھی لگی ہمیں کیا' یہاں کوئی اور آ جائے گا پھر آپ افسرانِ بالا سے کہہ سن کر

کیس کلیئر بلکہ ختم کرالیجئے گا۔ اس طرح آپ بحال بھی ہوجائیں گے اور ہمارے اوپر کوئی اعتراض بھی نہیں آئے گا۔ جہاں تک میڈیا کی بات ہے تو یہاں بے شمار ایسے کیس ہوتے رہتے ہیں' کون پوچھتا ہے۔ آج مرے کل دوسرے دن والی بات ہے۔ کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ بس جلد از جلد اس کے ٹرانسفر کے آرڈر جاری کروادیں۔ یہ کام کرتو میں بھی سکتا ہوں اس طرح مجھ پر شک ہوسکتا ہے' بس یہی شو کروائیں کہ اوپر سے آرڈر آئے ہیں۔"

تیمور ثقلین کے سازشی ذہن نے ایک نیا منصوبہ ترتیب دیا تھا۔

"واہ یار تم تو بڑے کام کی چیز نکلے..... پہلے کہاں تھا یہ مشورہ..... جلد ہی کچھ کرواتا ہوں' چند دنوں میں ہی....." اکرام رحمٰن خوش ہوکر کہہ رہا تھا۔

وہ قہقہے لگا رہا تھا' اس کے مکروہ قہقہوں کا ساتھ تیمور ثقلین نے بھی دیا تھا۔

❁.....❁.....❁

ادھر ابھی اگست کا مہینہ بھی شروع نہیں ہوا تھا اور سب کچھ یوں آناً فاناً ہوا تھا کہ عبدالباری حیران تھا۔ اس کے لاہور ٹرانسفر کے آرڈر آگئے تھے۔ وہ سمجھ تو گیا تھا کہ کن لوگوں کی سازش ہے مگر اسے کام کرنا تھا' یہاں نہیں تو لاہور جاکر۔ یہاں جب تک وہ رہا تھا پوری ایمان داری سے اپنا کام سرانجام دینے کی کوشش کی تھی اور اب اسے لاہور چلے جانا تھا۔ اکرام رحمٰن کا کیس چل رہا تھا' ثبوت تو ٹھوس اور جامد تھے امید تھی کہ وہ بچ نہیں پائے گا سو وہ مطمئن تھا۔

وہ لاہور جانے کی تیاری کررہا تھا۔ رابیل اس کا سامان تیار کررہی تھی۔ آج کل اس کی حالت ایسی تھی کہ اسے ہر لمحہ اس کی ضرورت پڑسکتی تھی اگر فرض کی ادائیگی کا احساس نہ ہوتا تو وہ رک جاتا۔

"دیکھ لیں کوئی چیز رہ تو نہیں گئی..... چیک کرلیں....." بیگ تیار کرکے اس نے کہا تھا۔

عبدالباری اسے دیکھنے لگا۔ یہاں سے جانے کو دل نہیں مان رہا تھا۔ ایک بے نام سی افسردگی و یاس نے دل کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا رابیل.....! اکرام رحمٰن جو میری جان کے درپے تھا وہ اتنی جلدی کیسے بار مان گیا۔ یہ بھی اس کی سازش ہے..... مجھے راستے سے ہٹانے کا ایک طریقہ ہے۔" وہ رابیل سے کہہ رہا تھا۔

وہ مسکرادی۔

"ہوسکتا ہے یہ سازش نہ ہو' یہ بھی ہوسکتا ہے نیکی کی جیت ہوئی ہو۔ وہ شخص معطل ہوچکا ہے۔ اس کا کیس چل رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو بہتر فیصلہ ہوگا۔ نیکی اور راستی کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے۔ تو اس پر ایمان پختہ کرلیں' آخر کب تک یہ لوگ جیتتے رہیں گے۔ نعوذ باللہ حق اور سچ غلط چیزیں تو نہیں' جب اللہ کے نزدیک ان کا بلند مقام ہے تو وہ زمین میں بھی ان کی حکمرانی پسند کرے گا۔ وہ کبھی بھی اپنے بندوں کے لئے غلط نہیں کرتا۔ بس کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے شاید آپ کی ضرورت یہاں سے زیادہ لاہور میں ہوگی' یہ بات دل کو سمجھالیں..... بس۔" وہ پھر اس کی روشنی بنی اس کو سمجھا رہی تھی۔ وہ ہنس دیا۔

"تم..... رابیل..... میرا حوصلہ ہو..... میری راہ کی روشنی ہو..... میں کوشش کروں گا جلدی ملنے آؤں..... تم پریشان نہ ہونا اور ان دنوں تو بالکل نہیں....." وہ ایک دم سب چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ اس کے وجود کو بازوؤں میں بھرلیا تھا۔ وہ خوامخواہ چہرہ جھکا گئی۔ نہ جانے کیوں دل کی کیفیت بھی عجب ہورہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ اسے کہیں بھی نہ جانے دے۔ آنسو بس بہنے کو بے تاب

digestlibrary.com

تھے۔ وہ بمشکل خود پر کنٹرول کر رہی تھی۔

"رابیل! تم رو رہی ہو....." اس کا چہرہ اپنے ہاتھ سے اوپر کرتے وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ خود پر ضبط نہ کر سکی تھی۔ اس کے سینے پر سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"تم تو یوں رو رہی ہو جیسے میں ہمیشہ کے لئے جا رہا ہوں..... کم آن جانِ باری' یار چند دنوں میں' میں لوٹ آؤں گا۔" اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تسلی دے رہا تھا۔ وہ چہرہ اٹھا کر اسے شاکی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہٹیں پیچھے' آپ کو تو تسلی دینا بھی نہیں آتی۔" وہ ایک دم خفا ہو گئی تھی۔ وہ قہقہہ بار ہوا تھا۔ پورا کمرہ گونج اٹھا تھا۔

"میری جان! جس جگہ میں جا رہا ہوں وہاں تمہارے بیوہ ہونے کے سو فیصد امکان ہیں۔" وہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی بہلا رہا تھا۔ رابیل نے کھینچ کے ہاتھ اس کے سینے پر مار دیا۔ اپنے کندھوں سے اس کے ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ بستر سے کشن اٹھا کر دے مارا۔ وہ مزید ہنسنے لگا تھا۔

"میرے ساتھ ایسی باتیں مت کیا کریں..... زہر لگتے ہیں آپ..... میں کیوں بیوہ ہوں' آپ ہو جائیں....." وہ پھر رونے لگی تھی۔ اس کی اس بات پر وہ پہلے سے زیادہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

"یعنی بیوہ....." اس نے جملہ پکڑا تھا۔

"باری....." وہ زچ ہو گئی۔

"اوہ میری جان! اتنے اہم موقع کو یوں لڑ جھگڑ کر آنسو بہا کر ضائع مت کرو..... زادِ راہ اکٹھا کرنے دو' تنہائی میں کام آئے گا۔" اس نے اسے پھر بازوؤں میں بھر لیا تھا پھر لہجہ خود بخود آزردہ سا ہو گیا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا رابی! جانے کو..... کوئی ایسا منتر پھونکو کہ یہ گھڑی یہیں تھم جائے..... وقت کی گردش رک جائے..... پلیز رابیل....." وہ سرگوشی کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ عبدالباری کا سینہ اس کے آنسوؤں سے بھیگنے لگا تھا' اس کے دست و نگاہ کی حدت پر جوش لمس' بے قراریاں و بے تابیاں اس کے اندر کا احوال سنا رہی تھیں۔ وہ اس کی قربت میں مزید بکھرتی گئی۔

پھر وہ چلا گیا تھا' ہزار ہا وعدے کر کے اور بہلاوے دے کر۔ وہ تنہا رہ گئی۔ ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہونے لگا۔ ان دنوں وہ جس کیفیت سے گزر رہی تھی اس میں اسے کسی ساتھی' کسی اپنے' مونس و غم خوار کی اشد ضرورت تھی۔ کچھ دن باقی رہ گئے تھے پھر اس کے پاس بھی عبدالباری کا ایک انمول تحفہ تھا۔ اس کے بغیر یہ باقی ماندہ دن گزارنا مشکل ہو گیا تھا۔ نہ جانے کس حال میں تھا وہ فون تو روز کرتا تھا' سب خیریت ہے کہہ کر بھرپور تسلی بھی دیتا تھا' اپنا خیال رکھنے کی خاص تاکید بھی کرتا تھا۔ اور وہ تھی کہ اس کے بغیر یہاں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ رات کا آخری پہر اس کے لئے کاٹنا مشکل ہو جاتا تھا۔ کمرے میں اس کی سرگوشیاں گونجتیں تو دل بے قرار اور تڑپ اٹھتا۔ آنکھوں کی جھڑی لگتی تو پھر رکتی ہی نہ تھی۔ یہ محبت تھی' بیوی کے جذبات تھے یا نہ جانے کیا تھا' بس اب دن بہ دن اس کا حوصلہ کم پڑتا جا رہا تھا۔

اس کی کنڈیشن کے پیش نظر امی اس کے پاس ہی سوتی تھیں۔ اس رات آخری پہر کوئی بھی نہیں سویا تھا۔ کل چودہ اگست کا دن تھا' ساری رات ٹیلی ویژن پر پروگرام آتے رہے تھے۔ سب ہی جاگ رہے تھے صرف وہی اپنے کمرے میں تھی۔ امی اس کے

پاس ہی تھیں' ابھی ان کی آنکھ لگی تھی۔ رابیل کو نیند نہیں آرہی تھی۔ باری کو یاد کرتے کرتے اس کی طبیعت ایک دم خراب ہوگئی تھی۔ امی فوراً الرٹ ہوئی تھیں۔ فرقان بھائی اور بابا جاگ رہے تھے' کچھ امی انہیں پہلے ہی آگاہ کرچکی تھیں فوراً اسے اسپتال لے جایا گیا تھا۔ ان لمحوں میں اسے صرف اور صرف عبدالباری کا خیال آرہا تھا رہ رہ کر۔ کتنا شوق تھا اسے اپنے نومولود کو دیکھنے کا اور اب وہ کتنا دُور تھا۔ میلوں کے فاصلے پر تھا۔ اسلام آباد سے لاہور تک فاصلہ کم بھی نہیں تھا۔

جنت ایک دم جیسے اس کے قدموں تلے آگئی تھی۔ ایک خوب صورت' صحت مند بچے کو اس نے جنم دیا تھا۔ عبدالباری کا وارث اس دنیا میں آچکا تھا۔ فجر کے قریب کا وقت تھا' چودہ اگست کی روشن تاریخ تھی اور عبدالباری خود قطعی بے خبر تھا۔ نہ جانے وہ کہاں تھا؟ کل سارا دن بھی اس نے کوئی فون نہیں کیا تھا۔

بچہ بہت پیارا تھا۔ بنا بنایا چھوٹا عبدالباری تھا۔ وہ کئی ثانیے یک ٹک اسے دیکھے گئی۔ ہر تکلیف' ہر احساس جیسے بھول گئی۔ ماں بننے کی خوشی ہی ایسی انمول تھی۔ نہ جانے کب آنکھ کھلی تھی' کمرے میں سب ہی تھے۔ وہ دیکھنے لگی۔

"ماشاءاللہ بہت پیارا ہے ہمارا بیٹا....." امی کہہ رہی تھیں۔ وہ مسکرادی۔

"بالکل اپنے باپ پر گیا ہے۔ وہی ناک' وہی نقشہ' صرف آنکھیں موٹی موٹی ماں پر ہیں۔" بھابی ریمارکس دے رہی تھیں۔ بہت محبت تھی ان کے لہجے میں۔

"بیٹا جو ہوا عبدالباری کا' اسی پر جانا ہے۔" بابا نے بھی مسکرا کر کہا۔

"عبدالباری کو اطلاع دے دی....." اسے جیسے ایک دم یاد آیا تھا۔

"نہیں..... ایک دفعہ اس کے سیل پر کوشش کی تھی مگر شاید سیل آف ہے۔" فرقان بھیا نے بتایا تو وہ کچھ مایوس سی ہوگئی۔

باقی کا سارا دن اسی طرح گزر گیا۔ کیس بظاہر نارمل تھا مگر وہ بہت کم زور ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر نے دو دن اسپتال ایڈمٹ رہنے کی ہدایت کی تھی۔

رات کو امی سوگئی تھیں' باقی سب گھر چلے گئے تھے۔ اس نے سرہانے رکھا موبائل اٹھالیا جو بھابی دے گئی تھیں۔ کتنی دیر تک نمبر ملاتی رہی پھر ایک کوشش آخر کار کامیاب ہو ہی گئی۔

"باری..... باری..... کہاں تھے..... سیل کیوں آف کیا ہوا تھا؟" وہ اس کی آواز سن کر رو دینے کو تھی۔ بغیر سلام دعا کے ایک دم مخاطب تھی۔

"تم..... رابیل..... خیریت' رات کے اس وقت.....؟"

"آپ تو یہاں سے جا کر جیسے سب کچھ بھول گئے ہیں..... اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ آج کیا تاریخ ہے اور ڈاکٹر نے کیا ڈیٹ دی تھی....." اب اس کے آنسو باقاعدہ بہنے لگے تھے۔ دوسری طرف وہ سچ مچ چونکا۔

"اوہ تو.....! سوری..... میری جان! آئم سو سوری..... آج کل میں' میں بہت مصروف رہا ہوں..... ایک لمحے کی بھی فرصت نہ تھی۔ یوم آزادی ہے آج اور میں بھول گیا کہ ایک اور اہم واقعہ بھی اس ڈیٹ کو میری زندگی میں رونما ہونے والا ہے..... رئیلی سوری..... بتاؤ سب خیریت ہے نا....." وہ جاننے کے لئے بے تاب ہوا۔

"آپ کا وارث گزشتہ آخر رات کو چودہ اگست کی تاریخ میں اس دنیا میں آچکا ہے۔" وہ محجوب سے

انداز میں اسے یہ خوش خبری سُنا گئی تھی۔ اس وقت یوں حالت ہو رہی تھی جیسے وہ سامنے ہو۔

"اوہ رئیلی..... رابی! تم سچ کہہ رہی ہو نا..... میرا بیٹا پیدا ہوا ہے....." دوسری طرف سے وہ خوشی سے پاگل ہونے کو تھا۔

"ہوں....."

"اوہ رابیل..... تھینک یو اللہ میاں....." خوشی سے مخمور آواز تھی۔ "کیسا ہے وہ.....؟" لہجے میں دنیا بھر کا اشتیاق تھا۔

"میں کیا جانوں..... آ کر دیکھ لیں نا....." رابیل کا موڈ ایک دم شگفتہ ہوا تھا' دوسری طرف پڑنے والا قہقہہ اسے حقیقتاً گلنار کر گیا تھا۔

"اب تو ایک لمحہ بھی نہیں لگاؤں گا..... ہوا کے دوش پر اُڑتا آؤں گا۔"

"صرف بیٹے کو دیکھنے....."

"نہیں' بیٹے کی والدہ ماجدہ کو بھی..... پیار کرنے آؤں گا' آج کے دن کی اتنی انمول خوشی اسی کے توسط سے تو مجھے ملی ہے۔" وہ کتنا خوش تھا۔ وہ بارِ حیا سے کئی لمحے بول بھی نہ سکی۔

"رابیل....." اس نے پکارا۔

"ہوں....."

"تم ٹھیک ہو نا.....؟" وہ بہت توجہ لئے پوچھ رہا تھا۔ وہ مسکرادی۔

"ہوں..... کب آ رہے ہیں آپ؟" کچھ ہمت کی تھی۔

"کیا تم میرے آنے کا عملی ثبوت دو گی..... بتاؤ رابیل جانم....." وہ ایک لمحہ بھی ضائع کرنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ پزل ہو گئی اس کھلے ڈلے انداز پر۔

"آپ بہت....."

"بدنیت ہوں....." اس کا جملہ باری نے اُچک لیا تھا۔ وہ کھل کر مسکرائی۔

"وہ تو ہیں....."

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آ کر بتاؤں گا..... دل تو چاہ رہا ہے کہ ابھی آ جاؤں' بہت اہم ڈیوٹی پر ہوں..... صرف انتظار کرو۔ دو' تین دن..... بس پھر آ جاؤں گا۔" وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اور ہاں رابیل! اس وقت بہت بزی ہوں' فی الحال اجازت چاہوں گا۔ تم میرے بیٹے کو میری طرف سے بھرپور پیار کرنا....." وہ ایک دم بہت ہی زیادہ عجلت میں لگ رہا تھا۔

"اور بیٹے کی ماں کو....." رابیل کا جی نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ فون بند کرے۔

"بیٹے کی ماں کو ہم خود آ کر بنفسِ نفیس ہینڈل کر لیں گے..... بس بیٹے کی والدہ ماجدہ تھوڑا سا انتظار کر لے....."

عبدالباری نے فون بند کر دیا تھا' وہ اس سے بات کر لینے کے خیال سے ہی سرشار ہو گئی تھی۔

دو دن بعد وہ گھر شفٹ ہو گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ عبدالباری ضرور آ جائے گا مگر اگلا دن بھی گزر گیا اور وہ نہ آیا۔ وہ انجانے خدشوں میں الجھتی پریشان ہو گئی..... حتیٰ کہ اس سے اگلے دن اس کی کال آ گئی۔

"آپ بہت جھوٹے اور دغاباز ہیں آنے کا وعدہ کیا اور نہ آئے۔" وہ کوسوں دور تھا' سامنے ہوتا تو نہ جانے کیا حشر کر ڈالتی۔ اب صرف غصے کا اظہار ہی کر پائی تھی!

"کیسا ہے ہمارا بیٹا.....؟" بہت محبت سے پوچھا گیا تھا۔ وہ پھٹ پڑی۔

"مجھے نہیں پتہ..... اتنی پروا ہے بیٹے کی تو آ کر دیکھ لیں۔"

"لگتا ہے بہت ناراض ہو میری جان۔" وہ

مسکرا رہا تھا۔

"تو اور کیا نہ ہوں..... آپ کو کیا علم کتنی تکلیف سہی ہے میں نے۔ ایک ایک لمحہ آپ کو کتنا یاد کیا ہے میں نے..... اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو پھر کیا کرتے آپ....." وہ رو پڑی تھی بالکل بچوں کی طرح۔ عبدالباری کی دوری نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ وہ حیران تھا۔

"رابیل..... جانِ عزیز..... کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟ میں تو بہت باحوصلہ اور سمجھ دار سمجھتا تھا تمہیں..... اتنی کم حوصلہ تو کبھی نہیں رہیں تم....." دوسری طرف وہ اس کی کیفیت کے خیال سے حیران و پریشان ہو رہا تھا۔

"نہیں باری! یہ خول تھا بہادری اور حوصلہ مندی کا..... آپ نزدیک تھے تو سب کچھ تھا۔ آپ کی دوری نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا ہے۔" وہ رو رہی تھی پوری شدت سے۔ پہلی دفعہ وہ یوں خود سپردگی کا زبان سے اقرار کر رہی تھی وہ بھی یوں کھل کر..... ورنہ تو عبدالباری کو حسرت ہی رہی تھی کہ وہ بھی کچھ کہہ تو لے۔ کس کس انداز میں اسے نہیں چڑاتا تھا اور اب یہ اقرار..... عبدالباری کا دل خوش کن انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔

"کیا بھلا.....؟"

"میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی..... مجھے اپنے پاس بلا لیں یا پھر خود آ جائیں ورنہ یہ انتظار مجھے مار دے گا۔" وہ اب بغیر کسی کو مایا فل اسٹاپ کے رو رہی تھی۔ وہ اس اظہار پر سرشار ہو گیا تھا مگر اس کے یوں اس قدر شدت سے رونے پر پریشان بھی ہوا تھا۔

"میں آ رہا ہوں رابیل! صبح تک پہنچ جاؤں گا..... بس ایک آخری مرحلہ رہ گیا ہے..... بس دعا کرنا کامیاب ہو جاؤں..... ورنہ....." نہ جانے کیا تھا عبدالباری کے لہجے میں، وہ روتے ہوئے چونک گئی۔

"باری! کیا بات ہے..... کوئی مسئلہ ہے.....؟" آنسو ایک دم صاف کئے تھے۔ دوسری طرف اسے کون سے حالات درپیش تھے وہ قطعی نابلد تھی۔ جب سے باری یہاں سے گیا تھا اس نے اس سے کچھ بھی ڈسکس نہیں کیا تھا۔ "سب ٹھیک ہے" کہہ کر ہمیشہ ٹال جاتا تھا۔

"کچھ نہیں رابیل جان! بس فیض یاد آ رہے ہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں
میدانِ وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں
عاشق تو کسی کا نام نہیں کچھ عشق کسی کی ذات نہیں
گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں"

وہ اس کے لہجے کی پھوار میں بھیگتی گئی تھی۔

"باری....." رابیل کے ہونٹ نیم وا ہو کر پھر ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے۔

"کچھ مت کہنا میری جان! بہت کچھ کہنا ہے۔ بہت کچھ سننا ہے۔ سب آمنے سامنے کہیں گے۔" وہ گمبھیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "تم پر بلیک کلر بہت سوٹ کرتا ہے۔ وہ کل پہن رکھنا، میں جب آؤں تو تم مجھے اس رنگ میں ملو۔ میرے بیٹے کو بھرپور پیار کرنا اور اسے ہمیشہ خیال رکھنا..... زندگی نے اگر مہلت دی تو اگلی صبح تم سے انشاء اللہ آ ملوں گا۔" عبدالباری کا لہجہ شاید

ٹوٹ ٹوٹ رہا تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی۔ وہ رو پڑی۔

"باری! آپ کا بیٹا بالکل آپ پر گیا ہے' بنا بنایا عبدالباری ہے۔ صرف آنکھیں مجھ پر ہیں۔" نہ جانے کس احساس سے کٹ کر وہ اسے بتا رہی تھی۔ لہجے میں حسرتیں تھیں۔

"میرا بیٹا جو ہوا....." انداز اب سرگوشیانہ تھا۔ "وہ ایک امید کی کرن ہے ہمارے لئے۔ ایک روشن اُمید..... تجدید عہد کے دن پیدا ہوا ہے وہ میرے لئے' اندھیری راہوں میں ایک کرن' ایک روشن' ایک عزم لے کر آیا ہے۔ میں لوٹا تو اس کا نام ایمان رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چودہ اگست کا انمول تحفہ ہے میرے لئے۔"

فون بند ہو چکا تھا' وہ کتنی دیر تک ساکن سی بیٹھی رہ گئی۔ نہ جانے کون کون سی تشنگیاں تھیں جو عبدالباری کے لہجے میں بول رہی تھیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ سب کو ہی علم ہو گیا تھا کہ عبدالباری آ رہا ہے۔ سب ہی بہت پرجوش تھے اور وہ خود تھی کہ اگلی صبح ہی صبح لباس فاخرہ بدل کر بچے کے بھی کپڑے بدل کر اس کی منتظر تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس کا دل بیٹھتا جا رہا تھا حتیٰ کہ صبح سے دوپہر کا وقت آ گیا۔ کتنی دفعہ وہ اس کے سیل پر ٹرائی کر چکی تھی مگر وہ آف تھا۔ بیل ہی نہیں جاتی تھی۔ اس کا دل ان جانے خوف کے حصار میں سمٹنے لگا۔

بچے کو فیڈ کر کے وہ باہر آئی تھی۔ لاؤنج میں رکھے فون کی بیل بجی تھی۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔ باقی سب بھی وہیں تھے' سب متوجہ ہوئے۔

"ہیلو..... جی کون..... اچھا مسز عبدالباری؟ جی ایک اطلاع ہے آپ کے لئے لاہور سے۔ میں ان کا خاص ساتھی ارقم بول رہا ہوں....."

"کیسی اطلاع.....؟" اس کا دل اُچھل کر حلق میں آ اٹکا گویا ٹانگوں سے جان نکل گئی۔ اس خیال سے کہ وہ خود کلام کیوں نہیں کر رہا جب کہ اس وقت اسے یہاں اس گھر میں ہونا چاہئے تھا اور اب یہ فون.....؟

"میرے اللہ..... میرے حافظ.....! مجھ پر میری برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا....." رابیل کا رواں رواں عرش الٰہی کی طرف محو پکار تھا۔

"ایس پی عبدالباری صاحب جب سے یہاں لاہور آئے ہوئے تھے کچھ نادیدہ ہاتھ ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے' ہر موقع پر وہ بال بال بچ جاتے تھے پھر انہوں نے سراغ بھی لگوا لیا کہ یہ نادیدہ ہاتھ کن لوگوں کے ہیں۔ وہ جرم کی دنیا میں اچھے نام سے یاد نہیں کئے جاتے تھے۔ وطن کے محافظ جب اس کے دشمن بن جائیں تو پھر ان کے سینوں میں دل کی جگہ پتھر ہوتے ہیں۔ غاصب و عیار چہروں کے مالک بے ضمیر لوگ ہوتے ہیں۔ عبدالباری صاحب جو ایک خاص مقصد کے لئے لڑنے کو اس میدان میں اُترے تھے وہ اب کیسے ان لوگوں کو جانے دیتے۔ اس ملک کی مٹی کا قرض ادا کرنا چاہتے تھے اپنے خون کا نذرانہ دے کر اس ملک کو شرانگیزوں سے پاک و صاف کر کے۔ وہ دن رات کی پروا کئے بغیر وہ صرف ان ہاتھوں کو کاٹ دینا چاہتے تھے جو ملک کے ناسور تھے اور اندر ہی اندر وطن کی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے۔ اس کام کے لئے انہوں نے مجھے بطورِ خاص اسلام آباد سے لاہور بلوایا تھا۔ کچھ غیر ملکی بندے تھے جو اس وطن کے اہم راز اور ویڈیو کیسٹس وغیرہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بے ضمیر وطن کے غدار حکام اعلیٰ ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ چودہ اگست والے دن جب وہ بادشاہی مسجد میں علامہ اقبال کے مزار پر سلامی پیش

کرتے افسران کے ساتھ تھے تو اس کے بعد بھی ان پر ایک حملہ ہوا تھا۔ وہ بال بال بچے تھے' قدرت کو شاید ابھی کچھ اور منظور تھا۔ وہ زندہ بچ گئے۔ دشمنوں کا مقصد ان کو اپنے راستے سے ہٹانا تھا۔ وہ ایک عرصے سے ان کی ہٹ لسٹ پر تھے۔ گزشتہ رات بھی عبدالباری صاحب نے کچھ نفری کے ساتھ ان تخریب کاروں' غدارِ وطن' ضمیر فروشوں پر حملہ کردیا تھا۔ ان کے تمام ساتھی ان کو عین وقت پر دغا دے گئے تھے۔ وہ سب وطن کے دشمنوں کے ہاتھوں بک گئے تھے۔ آخری دم تک عبدالباری صاحب نے ڈٹ کر بڑی جواں مردی' ہمت' حوصلے' عزم وطاقت سے ان سفاک درندوں کا مقابلہ کیا تھا۔ وہ اہم راز اور کیسٹس وغیرہ حاصل کرلی تھیں مگر پھر وہ دشمنوں کی کثیر نفری کے آگے تنہا کچھ بھی نہ کرسکے۔ مجھے انہوں نے وہ تمام ضروری راز اور چیزیں دے کر بھگا دیا تھا۔ میں آخری دم میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا مگر اس ملک کی بقا وسلامتی کے لئے مجبور ہوگیا۔ میں ان کی حفاظت نہ کرسکا۔ وہ مجھے بھی بہت عزیز تھے۔ دشمنوں نے ان کو گولیوں کی بوچھاڑ سے چھلنی چھلنی کردیا تھا۔ انہوں نے وطن کی زمین پر آخری سانس تک جنگ لڑی تھی حتیٰ کہ خون پانی کی طرح بہنے لگا تھا۔ بہت افسوس سے کہتا ہوں کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ آپ حوصلہ کیجئے گا' آخری دم تک وہ آپ کو یاد کرتے رہے تھے۔"

فون کی لائن بے جان ہوچکی تھی۔ وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

"عبدالباری..... بابا..... امی..... پاپا....."

اس کے اندر سے کراہیں اُٹھنے لگی تھیں۔ بدن سے شعلے سے بلند ہونے لگے تھے۔ جان جسم سے نکلتی جارہی تھی..... بین تھے..... سسکیاں تھیں..... کراہیں تھیں..... ایک حشر سا برپا ہوگیا تھا پورے وجود میں.....

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے

چاروں طرف سے صرف ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔

وہ عاشق تھا وطن کا' اسے عشق تھا وطن کی مٹی سے۔ وہ اپنا کہا پورا کرگیا تھا۔ وطن کی آن' بان' بقا وسلامتی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرگیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے کہرام برپا ہوگیا ہو۔ اگلے ہی دن عبدالباری کی لاش آگئی تھی جس نے سُنا تڑپ اُٹھا۔ اس کا وجود پہچانا ہی نہیں جارہا تھا۔ دشمنوں نے اس پر بری طرح اپنے شوق پورے کئے تھے۔ ہر آنکھ اشک بار تھی' ہر دل تڑپ رہا تھا۔ ہر کوئی غم سے نڈھال تھا۔

کتنے ہی دن اوپر تلے گزرتے چلے گئے۔ پُرسہ دینے والوں کی قطاریں سی لگ گئیں اور ان میں دو چہرے تیمور ثقلین اور اکرام رحمٰن کے تھے جو اپنے عہدے پر بحال ہوچکا تھا جو عبدالباری کی موت کا اصل سبب تھا۔

"وہ بہت نڈر' بے باک اور جواں مرد تھا۔ ہر آگ میں بے خوف وخطر کود پڑتا تھا۔ اس کے ارادے بہت بلند تھے۔ کوئی ڈھا نہیں سکتا تھا اس کے ارادوں کو۔ تخریب کاروں اور غداروں کے لئے اس کے دل میں ایک نفرت ہی تھی وطن کے لئے اس کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔" تیمور ثقلین بابا کو کہہ رہے تھے۔ وہ سرد آہ بھر کر رہ گئے تھے۔ ان کا بیٹا مرگیا تھا وہ کس سے شکوہ کرتے۔ پردے کے پیچھے کھڑی رابیل سن رہی تھی۔

"وہ جرأت وحوصلے میں بے مثال تھا۔ وطن کے دشمنوں کو ختم کرنے کا اٹل ارادہ رکھتا تھا۔ وہ نہیں رہا مگر

اس کے عہد کو ہم آگے ضرور بڑھائیں گے۔ ہمارے درمیان صرف ایک غلط فہمی تھی۔ ثبوت جھوٹے تھے سو میں دوبارہ بحال ہوگیا ہوں مگر میرے دل میں اس کے لئے ابھی بھی بہت مقام ہے۔ اللہ اسے جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ اس ملک میں اس جیسے کئی عبدالباری ہیں مگر وہ اپنی مثال آپ تھا۔ ابھی بھی بہت سے ایسے ہیں جو دل و جان ہتھیلی پر رکھے وطن کی آن، بان اور شان کے لئے لڑ رہے ہیں۔ وہ شہید وطن ہے، حکام اعلیٰ اور افسران سے گزارش کروں گا کہ اسے خصوصی اعزازات اور ستارۂ جرأت و امتیاز سے نوازیں۔ وہ اس لائق تھا، اللہ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔"

رحمٰن اکرام اپنی مکروہ زبان سے سب کچھ کہہ رہا تھا۔ رابیل کا جی چاہ رہا تھا کہ ان کو ان کے مکروہ چہروں سمیت اس دنیا سے ہی رخصت کردے۔

وہ کمرے میں بند ہوگئی تھی۔ عبدالباری کو گئے کتنے دن ہوگئے تھے مگر وہ ابھی تک اسی سیاہ ماتمی لباس میں تھی جو عبدالباری کو بہت پسند تھا۔ آخری خواہش یہی کی تھی اس نے اور ہمیشہ کے لئے یہی لباس اس کا مقصد کر گیا تھا۔

عبدالباری کا بیٹا بے خبر سو رہا تھا۔ اس معصوم کو تو یہ علم بھی نہیں تھا کہ اس پر کتنی بڑی قیامت ٹوٹ چکی ہے۔ بدنصیب کو باپ کے ہاتھ کا لمس بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔

جھک کر اس کی پیشانی چوم لی جو عبدالباری کے لئے ایمان تھا۔ تجدید عہد کے دن پیدا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا انمول تحفہ تھا۔ عبدالباری کی قربت کے حسین لمحات کی واحد نشانی تھا۔ ابھی وہ عبدالباری کی تصویر لے کر بستر پر بیٹھی ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ امی اور بابا اندر آ گئے تھے۔

"عبدالباری کا ساتھی آیا تھا۔ ارقم جو آخر وقت میں اس کے ساتھ تھا، وہ یہ چند چیزیں دے گیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ باری کی خاص تاکید تھی کہ تمہیں دے دی جائیں۔" چمڑے کا مضبوط بیگ تھا اس نے تھام لیا۔

"حوصلہ رکھو..... اب ہمیں اس کے بغیر ہی جینا ہے..... وہ اتنی ہی عمر لکھوا کر آیا تھا۔" اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر بابا پرنم لہجے میں کہتے ہوئے باہر نکل گئے تھے پھر امی بھی آنکھیں صاف کرتے ہوئے باہر چلی گئیں۔ اس نے بیگ کھولا تھا۔ چند کیسٹس تھیں ویڈیو کچھ اور کاغذات تھے۔ کچھ نقشے تھے پھر ایک لفافہ تھا جس کے اوپر لکھا ہوا تھا۔

"میری رابیل کے لئے....." وہ کٹ سی گئی۔

اس نے لفافہ کھول لیا۔ عبدالباری کی پہلی اور آخری تحریر اس کے سامنے تھی۔ اس کے نام پر.....

"جانِ عبدالباری!

ہوسکتا ہے جب یہ خط تمہیں ملے میں تم لوگوں میں نہ ہوں..... اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس خط کی بجائے میں خود آجاؤں۔ بہرحال اُمید پر دنیا قائم ہے۔ اب تو ہمارا تعلق پہلے سے زیادہ مضبوط ہوگیا ہے۔ تم سے فون پر بات کرنے کے بعد خط لکھ رہا ہوں، وقت کا کچھ بھروسہ نہیں اگر خود نہ آسکا تو یہ خط تو ہوگا نہ۔ اب تو ایک ہی خواہش ہے اپنے بیٹے اپنے نورِ چشم کو دیکھنے کی۔ اولاد کی محبت انسان کو کتنا حریص بنا دیتی ہے، کچھ سوچا بھی نہ تھا۔ میرے اور تمہارے رشتے کا حسین تحفہ، میرے اور تمہارے خوب صورت لمحات کا اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا بہترین ہدیہ..... ہمارا بیٹا..... ہمارا ایمان..... رابیل جان! بہت عرصہ پہلے ہی میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر ہمارے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام ایمان رکھوں گا اور

اگر بیٹی پیدا ہوئی تو اس کا نام اُمید رکھوں گا۔ یہ ایمان اور اُمید ہی میرے حوصلے و عزم میری راہوں کی تاریکیوں کو دُور کرنے کا سبب بنے ہیں۔ تمہارا وجود میری کرن ہے۔ تمہارے کردار کی پاکیزگی میری روشنی ہے۔ میرے جذبات کی صحیح راہ متعین کرنے کا سبب بنی ہو تم..... اگر اللہ نے میرا سینہ ایمان کی روشنی سے بھر دیا تھا تو بہت حد تک یہ روشنی تم سے مستعار لی ہے میں نے۔ تمہاری باتیں' تمہارا حوصلہ اور کردار کی پختگی دیکھ کر میں دنگ رہ گیا ہوں۔ کیا کچھ نہیں کیا میں نے تمہارے ساتھ اور تم کسی موڑ پر نہیں ڈگمگائیں۔ میں نے جو زور و زبردستی کی ہے ہر جائز و ناجائز کی پروا نہیں کی تو صرف اس لئے کہ میں واقعی تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا کسی بھی قیمت پر نہیں اور تم اتنی کم عقل تھیں کہ میرے جذبات کو سمجھنے کی بجائے میری زبان کے اقرار کو "ضد" مان کر مجھے ہمیشہ غلط سمجھتی رہی تھیں۔ تم ایمان کی دیوی تھیں' میرا عشق' میرا سرور' میرا یقین' سب کچھ تھیں۔

رابیل! جب سے میں یہاں آیا ہوں بہت کچھ تم سے چھپانے لگا ہوں۔ مقصد صرف یہی تھا کہ تم ہر طرح کی ٹینشن سے دُور رہو۔ اسلام آباد میں تو پھر کچھ امن باقی ہے' پاکستان کا دارالحکومت ہونے کی بنا پر تھوڑا بہت سکون قائم ہے اس میں مگر جب سے یہاں آیا ہوں حیران ہوں۔ تیمور ثقلین اور اکرام رحمٰن جو اس وطن کے ناسور ہیں' جن کے ارادے بہت گھٹیا ہیں' وہ تو کچھ بھی نہیں' یہاں ان سے بڑے ناسور چھپے ہوئے ہیں۔ ان سے بڑے غدار اور شرپسند موجود ہیں یہاں۔ اب مجھے لگتا ہے کہ میرا مقصد تو ابھی شروع ہوا ہے۔ پیچھے جو کچھ کر کے آیا ہوں وہ تو کچھ بھی نہیں۔ میں کس کس کو ختم کروں گا۔ یہاں تو ہر طرف ان دیکھے ہاتھ وطن کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس کی سلامتی کے درپے ہیں۔ تخریب کاروں کی کارروائیاں دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہیں' غیر ملکی عناصر اپنا نیٹ ورک اس قدر وسیع پیمانے پر پھیلائے ہوئے ہیں کہ جہاں بھی پاؤں رکھتے ہیں بم باری ہونے لگتی ہے۔

رابیل میری جان! یہ اسلامی ملک ہے' جہاں کسی کو بھی امان حاصل نہیں۔ ہر کوئی جل رہا ہے' تڑپ رہا ہے' مر رہا ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں' کوئی دیکھنے والا نہیں' اس قوم پر اتنا بڑا زمینی قہر زلزلے کی صورت میں نازل ہوا ہے پھر بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ میں تو تیمور ثقلین اور اکرام رحمٰن وغیرہ سے گریزاں تھا' خار کھاتا تھا' یہاں تو ہر شخص کے چہرے پر نقاب ہے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں خنجر ہے۔ میں کس کس کو بے نقاب کروں سمجھ میں نہیں آتا۔ جانِ باری! کیا کہوں کیا بتاؤں؟ جب یہاں آیا تو سب سے پہلا کیس جو ہاتھ لگا وہ ان چند غیر ملکیوں کا تھا جو مشکوک سرگرمیاں کرتے ہاتھ لگے تھے۔ پوچھ گچھ کی تو حقیقت کھلی کہ وہ لوگ یہاں سے کچھ اہم راز اور ویڈیو کیسٹس حاصل کرنے آئے ہیں۔ جب سے آیا ہوں اسی کیس کو سلجھانے پر لگا ہوں۔ انتہائی افسوس سے لکھ رہا ہوں اس وطن کو دشمنوں کے ہاتھوں فروخت کرنے والے ہمارے افسران ہیں جن کے ہاتھوں میں اس وقت ہمارے ملک کی باگ ڈور ہے۔

رابیل! اس وقت بھی میں ایک اہم ریڈ پر جا رہا ہوں' اس سے پہلے کہ وہ اہم راز غیر ملکیوں کے ہاتھ لگیں میں انہیں وطن دشمنوں کے ہاتھوں سے چھین لینا چاہتا ہوں جن پر وطن کی بقا اور سلامتی کا انحصار ہے۔ میں نہیں جانتا واپس لوٹتا ہوں یا نہیں۔ تیاری تو اپنی طرف سے خاصی مکمل ہے مگر مجھے اتنا یقین ہے کہ اب میرا ایمان کبھی کمزور نہیں ہوگا۔ تم میری روشنی

digestlibrary.com

ہو۔ وطن کی محبت میری آکسیجن ہے۔ میرا بیٹا میرا ایمان بن کر میرے چہار سو ہے۔ اللہ نے چاہا اگر کامیاب و سرخرو لوٹا تو وعدہ ہے اپنی بیٹی اُمید کو بھی لانے کا بندوست کروں گا۔ بس کچھ انتظار کرلو.....

اس سے پہلے اس وطن کے حالات سنوارنا چاہتا ہوں۔ یہ ناسور وطن کے ان کھوکھلے دعوے کرنے والوں کی جماعت ہے جو بظاہر وطن پرست ہیں مگر باطن شیطان کو بھی پیچھے چھوڑتے ہیں۔ انتہائی گھٹیا اور فرعون فطرت لوگ ہیں..... ان کو ختم کرنا میرا مقصد ہے۔

رابیل! ایک خاص ہدایت ہے' اگر زندہ رہا تو ٹھیک ورنہ میرے بیٹے کے اندر میرے وطن سے محبت کا جذبہ ضرور پیدا کرنا۔ اسے ضرور بتانا کہ یہ وطن کتنی قربانیوں کے بعد حاصل ہوا تھا۔ اس کی بنیادوں میں کتنے لوگوں نے اپنا لہو ڈالا تھا' اسے یہ سبق ضرور دینا کہ "یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں" جب مرنا طے ہے تو کیا فرق پڑتا ہے کہ اگر ایمان کی حالت میں وطن کی راہ میں خون بہے.....

میرے بعد کبھی حوصلہ نہ ہارنا۔ تمہارا عزم میری ذات سے نہ ہو۔ وہ ایمان ہو' وہ امید ہو جو اللہ کی طرف سے سینے میں پھوٹتی ہے۔ کبھی ہمت نہ ہارنا' تھوڑی دیر پہلے تم رو رہی تھیں اور تمہارے آنسو میرے دل پر گر رہے تھے۔ تم تو بہت مضبوط ہو' پھر یہ رونا کیوں؟ بہت کم عمری میں' میں نے تمہارے اندر وہ جوہر دیکھے ہیں جو بڑے بڑوں میں نہیں ہوتے۔ تم سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے..... ایسی ہی تربیت میرے بیٹے کی بھی کرنا۔ تمہارا نام اپنے نام کے علاوہ کسی اور سے برداشت کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا مگر میرے بعد تم آزاد ہو' زندگی کے لئے کوئی بہتر فیصلہ کرلینا۔ یہ زندگی بہت بڑی ہے اور وقت و حالات کا کچھ پتہ نہیں۔ میرے بیٹے کو میری طرف سے بھرپور پیار کرنا۔ اگر خود آ گیا تو ٹھیک.....

رابیل! اگر تم تک یہ خبر پہنچے کہ میں وطن کے کام آ گیا ہوں تو حوصلہ نہ کھونا' تمہارے آنسو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ بس یہ سوچنا کہ نہ جانے کتنی سہاگنوں کے شوہر وطن کے کام آ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کے نام تک نہیں پتہ..... نہ جانے کتنی لاشیں روز بے گور و کفن قبر میں اترتی ہیں کون جانے.....

رابیل.....! اگر ایسا ویسا کچھ ہو گیا تو میں نے ارقم کو تاکید کردی ہے۔ وہ تم تک وہ تمام راز اور ویڈیو کیسٹس پہنچا دے گا۔ اب مجھے کسی پر بھروسہ نہیں رہا کہ کس کے حوالے یہ امانت کروں۔ کوئی قابل بھروسہ دکھائی نہیں دیتا اور ارقم تنہا یہ ذمہ داری نہیں نبھا پائے گا سو تمہیں حوصلہ کرنا ہوگا یا پھر میرے بیٹے کے بڑے ہونے کا انتظار کرنا۔ میرے پاس اسے وراثت میں دینے کو کچھ نہیں سوائے نیک جذبات اور اس تحفے کے' اس امانت کے۔ تم اس امانت کی حفاظت کرنا اگر کوشش کرو تو خود میدان میں اترنا۔ تم کم حوصلہ نہیں..... بہت کچھ کرسکتی ہو بس میں منتظر تھا تمہارے فارغ ہونے کا۔ اگر زندہ رہا تو دونوں مل کر اس وطن کو غلط ہاتھوں کے شر سے بچائیں گے.....

اب مزید وقت نہیں ہے میرے پاس۔ وقت بہت کم ہے اور بہت سے امور سرانجام دینے ہیں۔ اجازت دینا..... کچھ کہا سنا معاف کرنا۔ میں نے تمہیں بہت ستایا تھا' صرف تمہارے حوصلے آزماتا رہا تھا۔ جب میں نہ رہا تو یاد کروگی۔ کاش تم محبت بھرا اقرار پہلے کردیتیں تو نہ جانے کیا کرتا۔ ہاں اگر لوٹا تو ضرور پوچھوں گا' اتنی دیر کیوں کی اقرارِ محبت کرنے میں جب ہر طرف میں ہی میں تھا تو پھر کیوں بچتی رہیں مجھ سے۔ امی ابو کے لئے اس لفافے میں علیحدہ خط

ہیں انہیں دے دینا۔
زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ اللہ نگہبان
والسلام
تمہارا:۔ عبدالباری"

ضبط کے سارے بندھن ریزہ ریزہ ہوگئے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر پوری شدت سے رونے لگی۔ بلک بلک کر سسکنے لگی۔ وہ پاس تھا تو کبھی خاطر میں نہ لاتی تھی اور اب اس دیس جا بسا تھا کہ جہاں کبھی کوئی لوٹ کر نہیں آتا تو دل بار بار اس کے لوٹ آنے کی دعائیں کررہا تھا۔

"کہا نا..... بند کرو اپنا یہ ناٹک..... ابھی زندہ ہوں جب مرجاؤں تو تب جتنا چاہے رو لینا ابھی تمہارا ہنسنا اور رونا صرف اور صرف میری مرضی سے ہوا کرے گا..... رابیل بیگم..... سمجھیں تم....." تب وہ سمجھ نہیں سکی تھی اور اب جب وہ نہیں تھا تو صرف رونا ہی آرہا تھا۔ دل تڑپ رہا تھا' کسی بھی پل سکون نہ تھا۔

"تم پر بلیک کلر بہت سوٹ کرتا ہے۔ وہ پہن رکھنا..... جب واپس لوٹوں تو تمہیں اسی کلر میں دیکھوں....." کیسی انوکھی فرمائش کی تھی۔ وہ کٹ سی گئی۔ اب ایسی فرمائش کرنے والا کبھی کوئی فرمائش نہیں کرے گا جب کہ وہ ابھی بھی اس کی خواہش کے احترام میں بلیک لباس میں پہنے ہوئے تھی۔ ابھی تک یہی گمان تھا کہ شاید سب غلط ہو۔ ابھی پلٹ کر دیکھے گی تو وہ کمرے میں ہوگا۔ کچھ پوچھے گی تو چڑانے لگے گا۔ الٹا سیدھا بولے گا اور جب رونے لگے گی تو ٹوٹ کر برسے گا۔ اس کا بے جان چھلنی چھلنی وجود دیکھ کر بھی یقین نہیں آیا تھا..... مگر اب..... اس کا خط اس کو یقین دلانے لگا تھا اس کی موت کا۔

"تم تو بہت مضبوط ہو..... پھر یہ رونا کیوں.....؟ بہت کم عمری میں' میں نے تمہارے اندر وہ جوہر دیکھے ہیں جو بڑے بڑوں میں نہیں ہوتے۔" وہ پھر انوکھے انداز میں کان میں سرگوشی کررہا تھا۔

"رابیل! اگر تم تک یہ خبر پہنچے کہ میں وطن کے کام آگیا ہوں تو حوصلہ رکھنا' تمہارے آنسو مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں۔ بس یہ سوچنا کہ نہ جانے کتنی سہاگنوں کے شوہر وطن کے کام آجاتے ہیں..... ایسے لوگ جن کے نام تک نہیں پتا۔ کتنی لاشیں روز بے گور و کفن قبر میں اترتی ہیں کون جانے....."

عبدالباری کے لفظوں نے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی دی تو وہ چونک گئی۔ بے اختیار اپنے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ اردگرد نہیں تھا مگر وہ ایک کرن' ایک امید چھوڑ گیا تھا۔ ایمان کی صورت' یقین کی صورت..... اس کے ہاتھ پہلو میں گر گئے۔

"رابیل! تمہیں حوصلہ کرنا ہوگا..... یا پھر میرے بیٹے کے بڑے ہونے کا انتظار کرنا۔ میرے پاس اسے وراثت میں دینے کو کچھ نہیں سوائے نیک جذبات اور اس تحفے کے' اس امانت کے..... تم اس امانت کی حفاظت کرنا۔ اگر کوشش کرو تو خود میدان میں اترنا..... تم کم حوصلہ نہیں..... بہت کچھ کرسکتی ہو....." عبدالباری اس کے کان میں پھر سرگوشی کررہا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

"میں منتظر تھا تمہارے فارغ ہونے کا' اگر زندہ رہا تو دونوں مل کر اس وطن کو غلط ہاتھوں کے شر سے بچائیں گے۔" اس کے خیالات کتنے انوکھے تھے۔

"ہاں میں تمہارا ساتھ دوں گی..... تمہارے مقصد کو آگے پہنچاؤں گی..... ان لوگوں کو کیفر کردار

تک پہنچاؤں گی جنہوں نے تمہیں ہمیشہ کے لئے مجھ سے چھین لیا ہے۔ میرے ایمان کے سر سے باپ کا سایہ چھین لیا ہے۔"

وہ ایک عزم لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے مگر پہلے جیسی شکستگی نہ تھی بیڈ سے تصویر اٹھا کر سینے سے لگالی۔

"تم تو میرا سایہ تھے۔ تم تو خود میری روشنی تھے۔ تم اتنے اچھے تھے علم نہ تھا..... تم تو خدا کی طرف سے میرے لئے ایک تحفہ تھے۔ جب حقیقت جان گئی تو اس ساتھ پر ہمیشہ شکر کیا تھا۔ گناہ گار تم نہیں میں ہوں..... جو تمہاری قدر نہ کرسکی..... اگر علم ہوتا کہ تم اتنی تھوڑی زندگی لکھوا کر لائے ہو تو خدا کی قسم ہمیشہ اپنے بدن کی چھاؤں تلے رکھتی۔ کبھی تمہارا دل نہ دکھاتی..... کبھی تمہارے بڑھے ہاتھوں کو نہ جھٹکتی' کبھی انکار نہ کرتی....." وہ اب اسے صرف یاد کرسکتی تھی۔

"وقتِ مرگ نہ جانے کتنا تڑپے ہوگے..... ظالموں نے کس طرح سارا وجود چھلنی کردیا تھا..... کاش میں ساتھ ہوتی کچھ تو تدبیر کرتی..... اپنے بدن کا سایہ کرلیتی..... کم از کم کوئی قطرہ پانی حلق میں انڈیلتی' کتنی تکلیف ہوئی ہوگی تمہیں جب سارا بدن چھلنی ہوگیا ہوگا..... کتنے خوب صورت خواب تھے تمہارے' تم تو چاہتے ہی یہی تھے۔ دو ہی مقصد تھے تمہارے شہادت یا فتح..... اور تم نے اپنا مقصد پالیا....." وہ رو رہی تھی تصویر کو سینے سے لگائے اب ننھے ایمان کے رونے کی آواز پر چونکی تھی۔

"تم تو مجھے جینے کا ساماں دے گئے ہو..... ہمارے رشتے کی واحد نشانی' ہمارا ایمان..... میں وعدہ کرتی ہوں تم سے کہ میں تمہارا مقصد پورا کروں گی۔ وہ لوگ جو وطن کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں انہیں ختم کردوں گی..... تم مجھے جینے کا مقصد دے گئے ہو۔ تمہارا ساتھ تھا تو سب کچھ تھا اب نہیں ہو تو سب کچھ یہ وطن ہے۔ اور اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ اپنے بیٹے کو صحیح معنوں میں ایمان بناؤں..... اس قابل بناؤں کہ یہ تمہارے سب ارادوں کی عملی تعبیر بن جائے۔ تمہارے مقصد کی تکمیل کرے۔ یہ وطن کے ان ناسوروں کو نیست و نابود کرے جن کو ختم کرنے کی خواہش لئے تم قبر میں جا اترے....."

اس نے ننھے ایمان کو اٹھالیا تھا۔ جھلملاتی آنکھوں سے عبدالباری کی تصویر کو دیکھا تھا۔ عبدالباری کے ہونٹوں پر ایک بھرپور مسکراہٹ تھی۔

اے ارضِ پاک کے جاں باز سپاہی تمہیں ہمارا سلام!

اے ملک وقوم کے جاں نثار غازی تمہیں وطن کی مٹی کا سلام!

اے دل کے مکیں! تمہیں وطنِ عزیز کے نظارے جاودانوں کی نکھری

فضاؤں کی گنگناہٹوں کا سلام!

اے شہیدِ وطن راہ تمہیں سلام!

"جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں"

وہ عبدالباری کی آواز کا ساتھ دینے لگی تھی اب اسے ساری زندگی اس کے چھوڑے ہوئے مقصد کو نبھانا تھا۔ زندگی کچھ پرسکون سی لگنے لگی تھی۔

digestlibrary.com